وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ (البقرۃ)

ترجمہ: اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالی بڑے فضل والا ہے۔

مجالسِ معرفت

(جلد اول)

(بیس مجالس کے بیانات کا مجموعہ)

تالیف

ڈاکٹر سید محمود قادری

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب حیدر آبادی مدظلہ

مجالسِ معرفت

(جلد اول)

(بیس مجالس کے بیانات کا مجموعہ)

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ، وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِO (البقرۃ ۱۰۵)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تالیف

ڈاکٹر سیّد محمود قادری

۱) خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

۲) خلیفہ ومجاز حضرت مولانا قاری محمد یامین قاسمی صاحب حیدر آبادی مدظلہ

نامِ کتاب	:	**مجالس معرفت**
نام مؤلف	:	ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب
سنِ اشاعت	:	نومبر **2017**
سیٹنگ	:	مولانا محمد شعیب اشاعتی بیجاپور
		9972302256
طباعت	:	
باراوّل	:	**1000**
ملنے کا پتہ	:	خانقاہِ قادریہ، گوڈیہال کالونی، جامع مسجد روڈ بیجاپور۔

مفکر اسلام حضرت مولا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے چند باکمال مریدین جو دوسرے مشائخ کے مجاز بنے۔

۱) الحاج محی الدین منیری بھٹکل

خلیفہ حضرت شاہ محمد موسی مہاجر مدنی خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ

۲) موسیٰ مولانا معین اللہ ندوی اندوری

خلیفہ حضرت صوفی محمد اقبال ہوشیار پوری

۳) مولانا واضح رشید ندوی

خلیفہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی

۴) مولانا سید حمزہ حسنی ندوی خلیفہ حضرت صوفی محمد انعام لکھنوی و

خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری

۵) حضرت مولانا سلمان حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ و حضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

٦) حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی

خلیفہ شاہ نفیس الحسینیؒ و حضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب

۷) ڈاکٹر سید محمود قادری بیجاپوری

خلیفہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی

رقم کردہ

محمود حسن حسنی ندوی۔ ۱۰ شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ۔ بمقام: مکان ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب بیجاپور۔

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ حال

الحمدللہ کہ ناچیز کے درس قرآن، درس حدیث اور خطباتِ جمعہ کا سلسلہ اس شہر میں ۱۹۷۵ء سے چل رہا ہے۔ ۲۰۰۵ء میں اس ناچیز کا الہ آباد سفر ہوا تو حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتھم نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس بات کی اطلاع چند احباب کو ہوگئی تو ان کا شدید تقاضہ ہوا کہ ایک خصوصی اصلاحی مجلس ہفتہ میں ایک بار ہی سہی منعقد کی جائے۔ الحمداللہ کہ ۲۰۰۵ء سے یہ خصوصی اصلاحی مجلس ''خانقاہِ قادریہ'' میں ہر ہفتہ بعد نمازِ عشاء ہورہی ہے۔ مقامی اور بیرونی متوسلین برابر اس مجلس میں شرکت کررہے ہیں۔ رفقاء کی طرف سے شروع ہی سے ان مجالس کے ریکارڈ کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ بعد اذاں اس بات کا شدید اصرار ہوا کہ ان بیانات کو تحریری شکل میں پیش کیا جائے کہ ان مجالس میں ایسی اہم اور ضروری باتیں آتی ہیں کہ عام طور پر لوگوں نے اس کو بہت کم سنا ہے۔

ناچیز اپنی مجلس میں قرآن مجید، احادیث شریفہ اور مختلف کتب کو رکھ کر کسی موضوع پر اہم باتیں عرض کردیا کرتا ہے۔ ناچیز نے اپنے بیانات میں کوئی نئی چیز نہیں پیش کی بلکہ جو کچھ کتاب اللہ اور سنت رسول میں ہے اور جو کچھ

اکابر فرما گئے ہیں اسی کو اپنی زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت مولانا ابوالکلام قاسمی مدظلہٗ امام وخطیب مسجد نورالاسلام شولاپور اس ناچیز پر شروع ہی سے مہربان رہے ہیں، ہمیں اپنے جلسوں میں مدعو کرتے رہے ہیں اور آپ خود بھی بنفسِ نفیس اپنے احباب کے ساتھ ہماری مجالس میں شرکت فرماتے رہے ہیں۔ ناچیز نے انہیں زحمت دی کہ وہ اس کتاب کی تصحیح فرما کر ایک تبصرہ رقم فرمائیں۔ موصوف نے بحسن وخوبی اس کام کو انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

مجالس کے سینکڑوں بیانات میں سے بیس بیانات ''مجالسِ معرفت'' (جلد اول) کے عنوان سے پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان مجالس کے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ قارئین کو دین وایمان کی حقیقت، اخلاص واحسان کی اہمیت، شریعت اور طریقت کا تلازم اور صحبت صالحین کی ضرورت ضرور سمجھ میں آجائیگی۔

ان مجالس کو تحریری شکل میں منتقل کرنے اور کتاب کی صورت میں پیش کرنے کے اصل محرک میرے عزیز ومخلص رفیق جناب محمد اقبال انعمدار صاحب (وظیفہ یاب نائب پرنسپل انجمن جونیئر کالج بیجاپور) ہیں۔ آپ نے شروع ہی سے تمام بیانات، دروس قرآن واحادیث اور خطبات جمعہ کو رکارڈ کرنے کا نہ صرف اہتمام فرمایا بلکہ تمام چیزوں کو محفوظ رکھا ہے تا کہ ان کو تحریری شکل دی

جائے۔ جزاھم اللہ خیرا الجزاء۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان بیانات کو ناچیز کے لئے اجر آخرت کا ذریعہ اور قارئین کے لئے معرفت دین کا ذریعہ بنائے۔ نیز باری تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ دیگر بیانات کو بھی کتابی شکل میں پیش کرنے کی سہولتیں فراہم کرے۔ آمین ثم آمین۔

الفقیر الی اللہ

ڈاکٹر سید محمود قادری

تبصرہ

حضرت مولانا ابوالکلام قاسمی مدظلہٗ

(امام وخطیب مسجد نورالاسلام شولاپور)

تاریخ اسلام کا دامن ایسی باکمال ہستیوں کے وجود سے ہمیشہ آباد رہا ہے جو اپنی دینی حمیت وبصیرت، اخلاص وللّٰہیت، اور خداطلبی وخداترسی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آج کے پرآشوب دور میں بھی الحمدللہ اسلام کا گلشن عالم کو معطر کردینے والے گلوں سے خالی نہیں۔ ابھی آسمان ملت پر ایسے نجوم ہدایت درخشاں وتاباں ہیں جو اس کرۂ ارضی پر بسنے والی انسانیت کی رہبری ورہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ اورانشاء اللہ صبح قیامت تک ان کی ضیاء پاشیوں سے عالم جگمگاتا رہے گا۔ انہیں باکمال مایۂ نازاور یگانۂ روزگار ہستیوں میں مخدوم محترم پیرطریقت حافظ القاری الحاج ڈاکٹر سید محمود قادری دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی ہے۔

راقم الحروف کو پہلی بار مدرسہ دارالقرآن انڈی ضلع بیجاپور کے سنگ بنیاد (تاسیس جدید) کے موقع پر شرف نیاز حاصل ہوا تھا اور پہلی ہی ملاقات میں آپ نے اپنے خلوص اوراپنائیت سے دل موہ لیا تھا۔ دوبارہ ملاقات مولانا سعدالدین صاحب قاسمی (بانی ومہتمم مدرسہ دارالقرآن انڈی) کے توسط سے حضرت کے دولت کدہ پر ہوئی اس ملاقات کی غرض دراصل ڈاکٹر صاحب کو شہر شولاپور کے

سالانہ جلسہ سیرت النبیؐ میں شرکت کی دعوت دینی تھی۔ جو گذشتہ کئی برسوں سے بڑے اہتمام کے ساتھ اس خاکسار کی نگرانی منعقد ہو رہا ہے (شولاپور کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ واحد پروگرام ہے جو ماہ ربیع الاول میں مسلسل بارہ دنوں تک بعد نماز عشاء جاری وساری رہتا ہے اور سامعین وخواتین کی بڑی تعداد شریک ہو کر علماء، مشائخ اور دعاۃ کے بیانات سے استفادہ کرتی ہے) ڈاکٹر صاحب سے عقیدت تو پہلی ملاقات میں ہی ہو گئی تھی اس ملاقات نے اخلاقِ کریمانہ اور شفقتِ بزرگانہ کا ایسا نقش چھوڑا کہ دل میں بار بار حاضری اور ملاقات کا داعیہ پیدا ہوتا رہا۔ یہ خاکسار اپنے احباب کے ہمراہ خانقاہِ قادریہ کی خصوصی ہفتہ واری مجلس (جو بروز سنیچر بعد نمازِ عشاء منعقد ہوتی ہے) اور جس میں اہلِ تعلق اور متوسلین کی معتد بہ تعداد بیجاپور اور اطراف سے شریک ہوتی ہے وقتاً فوقتاً شرکت کی سعادت حاصل کرتا رہتا ہے۔

پیشِ نظر کتاب مجالسِ معرفت دراصل ان گرانقدر بیانات کا مجموعہ ہے جو مختلف مقامات پر مختلف عنوانات کے تحت آپ نے دئے ہیں۔ جس کا سلسلہ کم وبیش ۴۵۔ برسوں سے تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ ان سینکڑوں بیانات میں سے سردست ۲۰ بیانات جو زیادہ تر تزکیہ، تصفیہ، تقویٰ، اخلاص، احسان، معرفت اور صحبت صالحین جیسے اہم عنوانات پر مشتمل ہیں افادۂ عام کی خاطر پہلی مرتبہ کتابی شکل میں شائع کئے جارہے ہیں۔ دینی عنوانات پر ترتیب دئے گئے مضامین کی

نوعیت عام مضامین سے یکسر مختلف ہوا کرتی ہے۔ کتاب میں شامل مضامین جو خالص دینی اور اصلاحی نوعیت کے ہیں اپنی افادت اور اثر پزیری کے لحاظ سے عام مضامین سے بالکل مختلف ہیں۔ انداز تحریر سلیس، شگفتہ اور رواں دواں ہے کہ عام آدمی کو بھی سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔

موجودہ دور میں مسلم معاشرہ جس طرح بے دینی، آخرت فراموشی، خودغرضی اور نفسانیت کا شکار ہے یہ مجموعہ زندگی میں تبدیلی لانے نیز فکر آخرت پیدا کرنے اور اعمالِ صالحہ کا شوق بڑھانے میں انشاءاللہ مسیحائی کا کام دے گا۔اس کتاب سے قبل مصنف کی خودنوشت سوانح ''توفیقِ ایزدی'' (جسے ہم اردو زبان کے ادب عالیہ کا مرقع کہہ سکتے ہیں) شائع ہو کر علمی حلقوں میں زبردست خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ یہ کتاب بھی انشاءاللہ تعالیٰ شوق کی آنکھوں سے پڑھی جائیگی۔

ڈاکٹر صاحب نے ازراہِ شفقت وقدردانی کتاب کا مسودہ میرے پاس اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ پروف ریڈنگ کے ساتھ ساتھ اس کتاب پر میں اپنے تاثرات بھی قلم بند کروں اگرچہ میں کسی بھی صورت اپنے آپ کو اس خدمت کے انجام دینے کا اہل نہیں سمجھتا، تعمیلِ حکم میں یہ چند سطریں سپرد قلم کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کتاب کو مقبول عام بنائیں اور مصنف کا سایہ تادیر قائم رکھیں۔ آمین۔

مولانا ابوالکلام قاسمی

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	مجلسِ معرفت ۱۔ صوفی ازم	1
2	مجلسِ معرفت ۲۔ نفس کی حالتیں	9
3	مجلسِ معرفت ۳۔ تزکیۂ نفس	15
4	مجلسِ معرفت ۴۔ انسانی فلاح کا واحد راستہ	27
5	مجلسِ معرفت ۵۔ اخلاص کی اہمیت	32
6	مجلسِ معرفت ۶۔ اخلاص کس طرح پیدا ہوتا ہے	38
7	مجلسِ معرفت ۷۔ بعد از خدا بزرگ تو ئی قصہ مختصر	52
8	مجلسِ معرفت ۸۔ قیادتِ ملت کی احتساب کی ضرورت	79
9	مجلسِ معرفت ۹۔ حق پرستی	86
10	مجلسِ معرفت ۱۰۔ نفع لازمی اور نفع متعدی میں ترجیح	94
11	مجلسِ معرفت ۱۱۔ کن لوگوں کے دلوں پر مہر لگتی ہے	99
12	مجلسِ معرفت ۱۲۔ اصلاح کی بنیاد	106

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت (۱)

صوفی اِزم

۱) اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo
قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُم ط
وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ
لَایُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ o صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. (اٰل عمران:۳۲،۳۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ آل عمران میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ: اے نبی ﷺ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ آپ کہہ دیجئے تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اگر وہ منہ پھیر لیں تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ایسے منکروں کو پسند نہیں کرتا۔

سورۃ البینہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَا اُمِرُوْ آ اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ
وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِo (البینہ:۵)

ترجمہ: حالانکہ ان اہل کتاب کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ یکسو ہو کر دین کو اللہ

کے لئے خالص کر کے بندگی کریں۔ نماز قائم کریں اور زکوۃ دیتے رہیں اور یہی سیدھا اور مضبوط دین ہے۔

صوفی ازم اور تصوّف پر حال ہی میں (مارچ 2016) میں ایک سیمنار ہبلی میں ہوا اور تین روز سے بین الاقوامی سطح پر ایک سیمنار دہلی میں حکومت کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ دنیا بھر کے صوفی ازم سے تعلق رکھنے والے حضرات تشریف لائے ہیں۔ ان کے جلسے اور بیانات ہو رہے ہیں۔ جو لوگ اسلام کی تعلیمات سے پوری طرح واقف نہیں ہیں ان کا اس غلط فہمی میں مبتلا ہونا بعید نہیں ہے کہ صوفی ازم دین کا ایک ایسا شعبہ ہے جس میں ہر مذہب اور ہر مکتب فکر کے لئے گنجائش ہے۔ اسی پس منظر میں آج میں نے یہ آیات تلاوت کی ہیں تا کہ اسلامی تصوف کی حقیقت آپ کے سامنے کھل کر آ جائے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ تصوف کی تین قسمیں ہیں۔

۱) غیر اسلامی تصوف

۲) خالص اسلامی تصوف

۳) مخلوط تصوف

۱) غیر اسلامی تصوف:

مختلف مذاہب کے لوگ نفس پر ریاضتیں کر کے کچھ کیفیات حاصل کر لیتے ہیں اور اسی کو زندگی کا حاصل سمجھ لیتے ہیں۔ غیر اسلامی فرقے جوگی، سادھو، سنت اور

عیسائیوں کے پادری نفس کشی، ریاضتیں، تپسیہ، یوگا وغیرہ کرکے **"صفائے نفس"** کی کفیت حاصل کر کے مختلف چمتکار انجام دیتے رہتے ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدینؒ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ آپ بیمار ہو گئے اور آپ کی ہوش جاتی رہی ۔ وہاں ایک جوگی تھا جو مرض کو جذب کر کے علاج کیا کرتا تھا۔ مریدوں نے فیصلہ کیا کہ حضرت کو علاج کے لئے جوگی کے پاس لے جائیں۔ غرض لے چلے، آدھا راستہ گذرے تھے کہ حضرت کو ہوش آ گیا پوچھا کہ کہاں لے جا رہے ہو؟

مریدوں نے کہا کہ علاج کے لئے فلاں جوگی کے پاس لے جا رہے ہیں۔ تو حضرت نے انکار کیا چنانچہ مریدین حضرت کو لے کر واپس آ گئے۔ پھر چند روز بعد حضرت کو مرض کا دورہ پڑا اور ہوش جاتی رہی، ناچار مریدین حضرت کو اس جوگی کے پاس لے گئے، اس نے حضرت کے مرض کو جذب کر لیا۔ حضرت اچھے ہو کر ہوش میں آ گئے دیکھا تو پوچھا کہ میں کہاں ہوں؟ مریدین نے جواب دیا کہ علاج کے لئے ہم آپ کو جوگی کے پاس لائے تھے اور اس نے بذریعہ جذب آپ کے مرض کو دور کر دیا۔ جوگی حضرت کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت نے پوچھا کہ تمہیں یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ اس نے کہا کہ مجھے میرے گُرو نے کہا تھا کہ ہر کام میں نفس کی مخالفت کیا کر تجھے خاص درجہ حاصل ہو گا۔ نفس کی مخالفت کر کے میں نے یہ مقام پایا ہے۔ حضرت نے پوچھا کیا تیرا نفس تجھے اسلام قبول کرنے کے لئے کہتا ہے یا اس کی مخالفت کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نفس اسلام قبول کرنے

کی مخالفت کرتا ہے۔حضرت نے فرمایا تو اب نفس کی مخالفت کر کے اسلام قبول کر۔ وہ جوگی نفس کی مخالفت کر کے حضرت کے دست مبارک پر اسلام قبول کر کے آپ کے مصاحبین میں سے بنا۔

۲) اسلامی تصوف:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ . (اٰل عمران:۱۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قبول اور پسندیدہ دین اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کے ذریعہ یہ دین بھیجا اور تمام انسانوں کو یہ بتایا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، انہیں اس دنیا میں اخلاص کے ساتھ اسی کی بندگی کرنی ہے۔اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہیں کرنا حتیٰ کے نام ونمود، تعریف وتحسین، شہرت وتشہیر ہر ایک سے بے نیاز ہو کر خالص اللہ کو راضی کرنے کے لئے بندگی کرنا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی امتحانی مرحلہ ہے۔اصل زندگی مرنے کے بعد عالمِ آخرت میں شروع ہوگی ۔جن بندوں نے اخلاص کے ساتھ اللہ کی بندگی کی ہوگی وہ آخرت میں کامیاب قرار دیئے جائیں گے۔اور جن لوگوں نے اخلاص سے بندگی نہیں کی وہ ناکام ٹھہریں گے۔کامیاب بندوں کے لئے جنت اور اللہ کی رضا ہے۔ اور ناکام بندوں کے لئے جہنم اور اللہ کی ناراضگی ہے۔

اخلاص سے بندگی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت ضروری ہے۔بغیر محبتِ الٰہی کے بندہ اخلاص سے بندگی انجام نہیں دے سکتا۔شارحِ بخاری علامہ

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے فتح الباری (شرح بخاری) میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی محبت جس کی بنیاد پر اس کی اطاعت آسان اور نافرمانی دشوار ہو فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ اس کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِّعْمَتِهٖ وَ اَحِبُّوْنِىْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِىْ لِحُبِّىْ . (مشکوۃ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ ہر آن تمہیں اپنی نعمتوں سے نواز رہا ہے اور اللہ کی خاطر مجھ سے محبت کرو اور میری خاطر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

بندگی کو خالص بنانے والی چیز اللہ کی محبت اور معرفت ہے۔ قرآن حکیم ہی اللہ کی معرفت کا سب سے مستند اور صحیح ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کس طرح محبت کی جائے خود اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو محمد ﷺ کے نقش قدم پر چلو۔ آپ ﷺ کی پیروی کرنے سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی بن جاؤ گے۔

دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ کا حکم مان کر رسول ﷺ کی فرمابرداری کرو اگر اعراض کرو گے تو کافر قرار دیئے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اسلامی تصوف کا خلاصہ یہ ہوا کہ صحیح عقائد کی تصدیق کر کے اخلاص کے

ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کی جائے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔ ہمارا راستہ کتاب وسنت سے وابستہ ہے۔ جس نے قرآن مجید کو حفظ نہیں کیا اور احادیثِ شریفہ کی کتابت نہیں کی وہ ہمارے راستے پر چلنے کے قابل نہیں ہے۔ مزید فرمایا کہ حق کے سارے راستے بند ہیں سوائے اس کے جو نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چلے۔ اسلامی تصوف میں شریعت اور طریقت الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ شریعت اور طریقت دونوں ہی لازم اور ملزوم ہیں۔ جیسے انسان جسم اور روح دونوں سے بنتا ہے۔ بغیر جسد کے روح کہاں قیام کرے اور بغیر روح کے جسد کس کام کا۔ شیطان نے ناقص لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھادی کہ شریعت اور طریقت الگ الگ چیزیں ہیں، شریعت عوام کے لئے اور طریقت خواص کے لئے۔

۳) مخلوط تصوف:

فلسفہ، غیر اسلامی افکار و اعمال کے اثرات سے اور تلبیسِ شیطانی سے کہ شریعت اور طریقت دو الگ الگ کوچے ہیں، مخلوط تصوف نے جنم لیا۔ اس تصوف نے اسلام کی غلط نمائندگی کی۔ حقیقی اسلامی تصوف نمائندے ہر چند غلط تصوف کی تردید کرتے رہے مگر نفسانی خواہشات کے مارے خواص وعوام میں یہ بہت مقبول ہوا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ وہ کہیں تشریف لے جارہے تھے، ان کے سر پر ایک گہرا ابر کا سائبان چھا گیا اور اس میں سے ایک نور چمکا اور

اندر سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر میں تیرا خدا ہوں تیری عبادت سے خوش ہو کر میں نے تیرے لئے ساری محرمات کو حلال کر دیا۔ تجھ پر سے سارے فرائض معاف کر دیئے ہیں۔ حضرت نے خوب سمجھا کہ یہ شیطانی آواز ہے فوراً لاحول ولا قوۃ اور اعوذ باللہ پڑھا۔ تو شیطان نے کہا کہ اے عبدالقادر میں نے ستر اولیاء کو اس طرح دھوکا دیا لیکن تم اپنے علم کی وجہ سے بچ گئے۔ حضرت نے فرمایا میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل و کرم سے بچ گیا۔

لفظ تصوف کی تحقیق میں بہت سے اقوال ہیں ۔ مشہور ہے کہ صوف (اون) سے نکلا ہے۔ صوفیاء اون کا لباس پہنتے تھے اسی لئے ان کو صوفی کہا گیا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ تصوف کا لفظ صفہ جو مسجدِ نبوی ﷺ کے سامنے ایک چبوترہ تھا اس سے نکلا ہے۔ جہاں وہ اصحابِ رسول ﷺ قیام کرتے تھے جو وطن اور گھر بار چھوڑ کر آپ ؐ کی خدمت میں آ کر پڑے رہتے تھے۔ اور اصحابِ صفہ کہلاتے تھے۔ بہر حال تصوف قرآن وحدیث کی اصطلاح نہیں ہے۔ قرآن کی اصطلاح ''تزکیۂ نفس'' ہے اور حدیث میں اس کو لفظ ''احسان'' سے موسوم کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے فرائضِ رسالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ؀ (اٰل عمران:۱۶۴)

ترجمہ: واقعی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بلاشبہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

حدیث جبریلؑ جس کو ام الاحادیث کہتے ہیں اس میں دین کا پورا خلاصہ آ گیا ہے۔ حضرت جبریلؑ ایک سائل کی حیثیت سے آ کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں چار سوال کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ ان کے جوابات دیتے ہیں۔ تیسرا سوال احسان کے متعلق ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی ایسے کرو جیسے تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، چونکہ تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے مگر اللہ تو تم کو ضرور دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر بندگی کرنا یہی تصوف اور تزکیہ کی روح ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں امتیاز کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے اور ہمیں اسلامی تصوف کا حامل بنائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت (۲)

نفس کی حالتیں

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ oبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ oلَآاُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِoوَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ oاَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ oبَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ oبَلْ يُرِيْدُالْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَاَمَامَهٗ o يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ oفَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ o وَخَسَفَ الْقَمَرُoوَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ oيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍاَيْنَ الْمَفَرُّ o كَلَّا لَاوَزَرَoاِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِالْمُسْتَقَرُّ oيُنَبَّؤُاالْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَoبَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ oوَلَوْاَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ oصَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ . (القیامہ: ۱تا۱۵)

اللہ تعالیٰ سورۃ القیامہ میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہے۔ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو ہرگز جمع نہ کریں گے۔ بے شک ہم ضرور جمع کریں گے۔ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کے انگلیوں کے پور پور درست کردیں۔ بلکہ انکار کی غرض یہ ہے کہ انسان یوں چاہتا ہے کہ فسق و فجور کرتا ہی رہے، آئندہ زندگی میں۔ دریافت کرتا ہے کہ قیامت

کا دن کب ہوگا؟ جس دن آنکھیں حیرت زدہ ہو جائیں گی چاند بے نور ہو جائے گا سورج اور چاند ملا دئے جائیں گے۔ اس روز انسان یہ کہے گا کہ میں بھاگ کر کہاں جاؤں؟ کوئی نہیں کہیں بچاؤ نہیں۔ صرف تیرے رب کے پاس ہی ٹھکانا ہوگا۔ اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے پچھلے اعمال سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ بلکہ انسان خود اپنے نفس کے خلاف دلیل ہے چاہے وہ کتنے ہی بہانے پیش کرے۔

گذشتہ مجلس میں اسلامی تصوف کا مختصر تعارف آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ اسلامی تصوف کے لئے قرآنی اصطلاح ''تزکیہ نفس'' ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد وحید نفوس انسانی کا تزکیہ ہے۔ فرائض رسالت کو قرآن نے کئی جگہ بیان کیا ہے اور بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ O (اٰل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: واقعی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بلا شبہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

حضور اکرم ﷺ کے فرائض رسالت چار بیان کئے گئے ہیں۔

ا) تلاوت آیات۔

۲) کتاب کی تعلیم۔

۳) حکمت کی تعلیم۔

۴) تزکیۂ نفس۔

اگر ان تینوں فرائض تلاوتِ آیات، کتاب کی تعلیم اور حکمت کی تعلیم کو تزکیۂ نفس سے جدا کیا جائے تو رسالت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

جب کہ اسلامی تصوف سے مراد تزکیۂ نفس ہے، تو نفسِ انسانی کی بحث بنیادی ٹھہری۔ یہ نفس انسانی ہے جو شعور و ادراک انتخاب و امتیاز ارادہ اور عمل کی صفت رکھنے والا ہے۔ اسی کے سدھرنے سنورنے یا خراب ہونے بگڑنے پر انسان کی فلاح اور خسران کا دارومدار ہے، چنانچہ سورۃ الشّمس میں فرمایا گیا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاO وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاO (سورۃ الشمس: ۹، ۱۰)

ترجمہ: بے شک فلاح پا گیا وہ جو نفس کو سنوارا اور ناکام ہو گیا وہ جو نفس کو برائی میں دبا دیا۔

نفس اور روح کے متعلق علماء کے ایک ہزار (۱۰۰۰) اقوال ہیں۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ تفسیرِ مظہری میں فرماتے ہیں روح کی ۲ قسمیں ہیں۔

ا) عُلوی۔ ۲) سِفلی۔ روحِ علوی عالمِ امر کی چیز ہے جس کی طرف قرآنِ کریم نے اشارہ فرمایا ہے۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (سورہ بنی اسرائیل۔۸۵) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔اوپر سے نیچے پانچ درجات میں محسوس کی جاتی ہے۔ا) قلب ۲) روح ۳) سِرّ ۴) خفی ۵) اخفی

روحِ سفلی وہ بخارِ لطیف ہے جو بدنِ انسانی کے عناصرِ اربعہ آگ، پانی، مٹی، ہوا سے پیدا ہوتا ہے اور اسی روحِ سفلی کو نفس کہا جاتا ہے۔اللّٰہ تعالیٰ نے اس روحِ سفلی کو جسے نفس کہا جاتا ہے، ارواحِ علویہ مذکورہ کا آئینہ بنا دیا ہے۔جس طرح آئینہ جب آفتاب کے مقابل کیا جائے تو آفتاب کے بہت دور ہونے کے باوجود اس میں آفتاب کا عکس آجاتا ہے اور روشنی کی وجہ سے وہ بھی آفتاب کی طرح چمک اٹھتا ہے اور آفتاب کی حرارت بھی اس میں آجاتی ہے جو کپڑے کو جلا سکتی ہے۔

ایمان لاکر اخلاص اور احسان کی کیفیت کے ساتھ شریعت کی اتباع کرنا ہوائے نفس کو شریعت کے ڈھانچے میں ڈھالنا یہی اسلامی تصوف کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔

ایمان اور اتباعِ شریعت سے پہلے نفس کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ **"نفسِ اَمّارہ"** ہے۔ایمان لاکر شریعت کی اتباع کرنے پر نفس میں جو کشمکش پیدا ہوتی ہے ایسا **"نفسِ لوّامہ"** کہلاتا ہے۔مجاہدات اور ریاضت کے بعد نفس، شریعت کے احکام پر دل وجان کی رغبت سے عمل پیرا ہوتا ہے تو اس کو **"نفس مُطمئنہ"** کہتے ہیں۔عام طور نفس، نفسِ امارہ ہوتا ہے۔امر کے معنی حکم کے ہیں اور آمر کے

معنی حکم دینے والا، امارہ صیغہ مبالغہ ہے۔ یعنی اکثر و بیشتر نفس برائی کا ہی حکم دینے والا ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے زبانی اس حقیقت کو واشگاف فرمایا۔ جب حضرت یوسفؑ کی برأت کھل کر ظاہر ہوگئی تو انہوں نے فرمایا۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (یوسف :۵۳)

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو پاکیزہ نہیں ٹھہراتا بے شک نفس تو برائی کا ہی حکم دینے والا ہوتا ہے۔ سوائے اس نفس کے جس پر میرے رب کا رحم ہو جائے۔ بے شک میرا رب بہت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

نفس امارہ سرکش گھوڑے کی طرح ہے اس کو خوب سدھانا پڑتا ہے تب کہیں وہ شائستہ اور سواری کے قابل بنتا ہے۔ یوں چھوڑنے پر اپنے سوار کو گرا کر کب ہلاک کر دے گا معلوم نہیں۔ نفس امارہ ہی اللہ کے راستے کا سب سے بڑا روڑا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ **یَا رَبِّ دُلَّنِیۡ اَقۡرَبَ طُرُقِ اِلَیۡکَ ، قَالَ یَا بَایَزِیۡدُ دَعۡ نَفۡسَکَ وَ تَعَالَ** ترجمہ: اے میرے رب تیرے راستوں میں مجھے سب سے قریب والا راستہ بتائیے۔ فرمایا اے بایزید اپنے نفس (نفس امارہ) کو چھوڑ دے اور چلا آ۔

میان عاشق معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظؔ از میاں برخیز

(عاشق و معشوق کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے اگر ہے تو وہ حجابِ خودی ﴿نفسِ اماره﴾ ہے۔اے حافظ اس کو درمیان سے اٹھا دو واصل ہو جاؤ گے)

نفس امارہ ہی ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اَعْدیٰ عَدُوَکَ نَفْسَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنبَیْکَ۔ (ابن عباسؓ بیہقی)

ترجمہ: تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہی ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

بہت مجاہدوں کے بعد نفس امارہ نفس لوامہ بنتا ہے۔ برے کاموں پر انسان کو ملامت کرتا ہے، ٹوکتا ہے، اور نیک کاموں کی تقصیر پر انسان کو سرزنش کرتا ہے۔

لوم: یعنی ملامت، لائم: یعنی ملامت کرنے والا، لوامہ: صیغۂ مبالغہ یعنی خوب ملامت کرنے والا نفس ہے۔ نفس بار بار سرزنش و ملامت سے آزاد ہو کر سکون اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا ہے تو اسے نفس مطمئنہ کا خطاب ملتا ہے۔ چنانچہ موت کے وقت ایمان والے نفس کو اسطرح خطاب کیا جاتا ہے۔

یٰاَیَّتُھَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ارْجِعِیْٓ اِلیٰ رَبِّکَ رَاضِیَةً مَّرْضِیَةً٥فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ٥وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ٥ (الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

ترجمہ: اے نفس مطمئنہ تو اس شان سے اپنے رب کی طرف چل کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ (براہ راست اللہ تعالیٰ کا خطاب) تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نفس امارہ کی شرارتوں سے بچا کر نفسِ مطمئنہ عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت (۳)

تزکیۂ نفس

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○رَبَّنَاوَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِکَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُالْحَكِيْمُ ○صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ. (البقرہ: ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب ان لوگوں میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو۔ جو انہیں تیری آیات تلاوت کر کے سنائے اور ان کو کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کو پاک کرے۔ بے شک آپ بہت زبردست ہیں اور ساری حکمتیں جاننے والے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ دونوں خانۂ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے بہت سی دعائیں مانگ رہے تھے۔ انہوں نے اپنی ذریت میں ایک رسول کے مبعوث کرنے کی نہ صرف درخواست کیں بلکہ اس رسول کے فرائض کی تفصیل بھی اپنی دعاؤں میں شامل کیں۔

آپ کے یہ جلسے یکم ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو سننے اور سنانے کے لئے منعقد کئے گئے ہیں۔ اور اس ناچیز کو تزکیۂ نفس کے موضوع پر تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا گیا ہے۔ (بمقام شولاپور)

اللہ تبارک تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے فریضۂ رسالت کو قرآن میں چار مقامات پر تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

۱) رَبَّنَاوَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَیُزَکِّیۡهِمۡ ، اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُالۡحَکِیۡمُ O (البقرہ: ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب ان لوگوں میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہی میں سے ہو۔ جو انہیں تیری آیات تلاوت کر کے سنائے اور ان کو کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کو پاک کرے۔ بے شک آپ بہت زبردست ہیں اور ساری حکمتیں جاننے والے ہیں۔

۲) تحویلِ قبلہ کے بعد اس امت پر اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہیں بہترین قبلہ بیت اللہ (خانۂ کعبہ) عطا کیا گیا اور اس سے بڑا فضل کہ ان میں سب سے افضل الرسول کو مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ یہ فرمایا گیا۔

کَمَا اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیۡکُمۡ وَ یُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَ یُعَلِّمُکُمۡ مَّالَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَO (البقرہ: ۱۵۱)

ترجمہ: یہ احسان بھی اسی طرح ہے جس طرح ہم نے تم لوگوں میں تمہارے اندر سے ہی ایک رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہارے نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں، تم کو کتاب کی اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں اور وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جان سکتے تھے۔

۳) سورۃ الجمعہ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اس امت پر جو انعام فرمایا اس کو بیان کیا کہ ان کو جمعہ کے دن کی توفیق ملی جبکہ اہل کتاب نے اس دن کو کھو دیا۔ اور مزید اللہ تعالیٰ کا انعام ان امیوں پر یہ ہوا کہ افضل الرسول کو ان میں مبعوث کیا۔ چنانچہ فرمایا گیا۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (الجمعہ۔۰۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے امیوں میں ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

۴) اللہ تعالیٰ کے ایمان والوں پر بے شمار احسانات میں سے یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا۔ جو انہیں اپنی تعلیم و تربیت سے سنوار رہا ہے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کر رہا ہے۔ چنانچہ سورۃ ال عمران کی آیت نمبر ۱۶۴ میں فرمایا گیا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (ال عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: واقعی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ انہی میں سے ایک ایسا

رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بلا شبہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

ایک سرسری جائزہ لینے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بحیثیت رسول آپ ﷺ کے چار فرائض ان آیات میں بیان کیے گئے ہیں۔

۱) تلاوت آیات
۲) کتاب کی تعلیم
۳) حکمت کی تعلیم
۴) تزکیۂ نفس

تلاوت آیات، کتاب کی تعلیم اور حکمت کی تعلیم کا مقصد ہی ''تزکیۂ نفس'' ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد وحید نفوس انسانی کا تزکیہ ہے۔ اگر آپ کے تین فرائض تلاوت آیات، کتاب کی تعلیم اور حکمت کی تعلیم کو تزکیۂ نفس سے کاٹ دیا جائے تو سب بے مقصد اور لا حاصل ٹھہریں گے، جیسا کہ آج کل دیکھا جا رہا ہے۔ تلاوت آیات کا فریضہ آپ ﷺ کے بعد قُرّاء اور حُفّاظ نے اٹھایا۔ کتاب کی تعلیم علماء نے، اور حکمت کی تعلیم فقہاء اور مفتیانِ کرام نے اٹھائی۔ تزکیۂ نفس سے غفلت کی وجہ سے قُرّاء وحُفّاظ، علماء اور مفتیانِ کرام کیسار کیک کردار پیش کر رہے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔

حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہو رہی ہے۔

عَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ ؓ قَالَ سَالَ رَجُلٌ نالنَّبِیَّ ﷺ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنِ الشَّرِّ وَ سَلُوْنِیْ عَنِ الْخَیْرِ یَقُوْلُھَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّالشَّرِّشِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَ اِنَّ خَیْرَ الْخَیْرِ خِیَارُالْعُلَمَاءِ۔

(مشکوٰۃ باب العلم)

ترجمہ: حضرت احوص بن حکیمؒ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے برائی یا برے لوگوں کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ سے برائی یا برے لوگوں کے متعلق سوال مت کرو اچھائی اور اچھے لوگوں کے متعلق سوال کرو۔ یہ بات تین مرتبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی۔ پھر فرمایا خوب سن لو تمام برے لوگوں میں بدترین لوگ ان کے برے علماء ہیں اور تمام اچھے لوگوں میں بہترین لوگ ان کے اچھے علماء ہیں۔

دین کے عالم، قاری، حافظ اور مفتی کا اگر تزکیۂ نفس نہ ہو تو وہ ساری برائیاں کرنے لگتے ہے جو ایک عام آدمی کرتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں بلعم بن باعورا کی مثال ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ جو بنی اسرائیل کا بہت بڑا عالم درویش اور مستجاب الدعوات شخص تھا۔

وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَافَا نْسَلَخَ مِنْھَا فَاَتْبَعَہُ الشَّیْطٰنُ فَکَانَ

مِنَ الْغٰوِیْنَ ٥ وَلَوْشِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّه' اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰاهُ فَمَثَلُه' كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ، ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَا قْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ٥ (الاعراف:۱۷۵،۱۷۶)

ترجمہ: آپ ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے جس کو ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا مگر وہ ان کو چھوڑ کر نکلا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہوں میں شامل ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو اس علم کے باعث بلند مرتبہ پر پہنچا دیتے مگر وہ خود ہی پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگ گیا۔ پس اس کی مثال کتے جیسی ہو گئی اگر تو اس کو ڈانٹے تو بھی ہانپے اور چھوڑے تب بھی ہانپے۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی۔ پس آپ یہ واقعات ان کو سنائیے شاید کہ یہ لوگ کچھ غور وفکر کریں۔

بنی اسرائیل کے علماء کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر ۵ میں گدھوں سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ٥

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کے علم اور عمل کا بار ڈالا گیا تھا پھر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا۔ اس گدھے کی طرح ہے جو بڑی بڑی کتابیں اٹھائے ہوئے

ہو۔جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کی تکذیب کی،ان کی بہت بری مثال ہے۔اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

تزکیۂ سے بے نیاز ہوکر دین کا علم سیکھنے اور سکھانے والوں کو سور کے گلے میں ہیرے جواہرات اور سونے کا ہار پہنانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

عَنْ انَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَۃٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَیْرِ اَھْلِہٖ کَمُقَلِّدِالْخَنَازِیْرِ الْجَوْھَرَ وَاللُّؤْ لُؤَ وَ الذَّھَبَ . (مشکوۃ باب العلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ نا اہل کو علم کا سکھانا سور کو جواہر،موتیوں اور سونے کا ہار پہنانے والے کے مانند ہے۔

نیز اللہ کے رسول ﷺ نے پیش گوئی فرمائی۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ یَخْتَلُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّیْنِ اَلْسِنَتُھُمْ اَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ وَقُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الذِّیَابِ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَبِیْ یَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَیَّ یَجْتَرِءُوْنَ فَبِیْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰی اُولٰئِکَ مِنْھُمْ فِتْنَۃً تَدَعُ الْحَکِیْمَ فِیْھِمْ حَیْرَانَ . (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

آخری زمانے میں کچھ ایسے مکاّر لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے۔ لوگوں پر اپنی درویشی ظاہر کرنے کے لئے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی مگر ان کے سینوں میں بھیڑیوں کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا یہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکہ کھا رہے ہیں؟ کیا یہ مجھ سے نڈر ہو کر میرے مقابلے کی جرأت کر رہے ہیں؟ پس مجھے اپنی قسم ہے ان مکاّروں پر کہ انہی میں سے ایک ایسا فتنہ کھڑا کروں گا جو ان کے عقل مندوں کو بھی حیران کر دے۔

عربی مدارس اور دینی مراکز میں ہڑتال، کورٹ کچہریاں، پولیس لاٹھی چارج، آپس کی ناچاقیاں، اِمارت کے جھگڑے، مقدمات کی پیروی، پھوٹ، انتشار، امت کی فرقہ واریت یہ سب علمائے سوء کی وجہ سے ہیں جن کا تزکیۂ نفس نہیں ہوا ہے، اور انہوں نے قوم کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔

عوام اپنی جہالت کی وجہ سے تزکیۂ نفس کی طرف توجہ نہیں کر سکتے اور علماء کے لئے بقول صوفیائے کرام علم حجابِ اکبر بنا ہوا ہے۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ کی بعثت کا جو مقصد وحید تزکیۂ نفس ہے اس سے ہم غافل ہو گئے ہیں۔ جس کے نتائج قوم بھگت رہی ہے۔ قوم کی صلاح و فلاح، فرد کی صلاح و فلاح پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ○ (الشّمس: ۹، ۱۰)

ترجمہ: تحقیق کہ فلاح پا گیا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرایا اور نا مراد ہوا وہ جس نے نفس کو برائیوں میں دبا دیا۔

فرد ہی معاشرے کی اکائی ہے ۔فرد کی اصلاح ہوگی تو معاشرے کی اصلاح ہوگی ۔معاشرہ ہی آگے چل کر قوم بن جاتا ہے

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

امراء اور علماء کا بگاڑ ہی عوام الناس میں سرایت کر جاتا ہے۔عبد اللہ بن مبارکؒ نے خوب فرمایا کہ۔وَهَلْ اَفْسَدَالدِّيْنُ اِلَّاالْمُلُوْکَ وَ اَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا ۔ ترجمہ: دین میں بگاڑ آتا ہے تو امراء، علماء اور مشائخ کے بگڑ جانے کی وجہ سے آتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی اصلاح حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں ہوئی تھی۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیْؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْا اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّاَحَدِ هِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے اصحاب کو برا نہ کہو، تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرے تو ان کے سیر یا آدھے سیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

یہ مقام انہیں حضور ﷺ کی صحبت ہی سے تو حاصل ہوا تھا۔ بعد کے

زمانے کے بڑے سے بڑے ولی بھی ادنیٰ درجہ کے صحابیؓ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ خیرالقرون میں کوئی امتیازی صفت کسی کو حاصل تھی تو وہ صحبت رسول ﷺ ہی تھی۔ آپ ﷺ کی صحبت میں جو لوگ رہے وہ صحابی کہلائے اور صحابی کی صحبت میں رہنے والے تابعی کہلائے اور تابعی کی صحبت میں رہنے والے تبع تابعین کہلائے۔ صحبت ہی اصلاح نفس کا قوی اور موثر ذریعہ ہے۔ جس سے دور حاضر میں غفلت برتی جا رہی ہے۔ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ بہترین زمانہ **"خیرالقرون"** کہلایا۔ جو عمل خیرالقرون میں ہوا دین میں وہی مستند ہے۔ خیرالقرون کے بعد اصلاحِ نفس کیلئے طالبانِ حق کسی نہ کسی اللہ والے کی طرف رجوع کرتے رہے۔ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کا مشہور مقولہ ہے۔ **"لو لا السنتان لھلک النعمان"** اگر زندگی کے ۲ سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو گیا ہوتا۔ امام صاحبؒ نے اصلاحِ نفس کیلئے حضرت امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں ۲ سال گذارے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو امام اہل سنت کہلاتے ہیں، حضرت بشر حافی کی سواری کی لگام پکڑتے تھے جب لوگ پوچھتے تو کہتے میں عالم بالکتاب اور یہ عالم باللہ ہیں۔

نبی ﷺ کی تعلیمات کو قیامت تک زندہ جاوید رکھنا ہے کیونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ بعثت

نبوی ﷺ کے مقصد (تزکیۂ نفس) کو انجام دینے والوں سے دنیا کیسے خالی رہ سکتی ہے؟ بس سچی طلب اور تلاش کی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت کے مقصد تزکیۂ نفس کا فریضہ انجام دینے والے ضرور مل جائیں گے۔ ہر زمانے میں رہے اور اس زمانے میں بھی موجود ہیں۔

؎ در ارادت صادق باش اے فریدؔ
تا بیابی گنج عرفان را کلید

(اے فریدؔ اس راہ میں سچی نیت کے ساتھ آؤ تا کہ تمہیں خزانۂ عرفان کی کنجی حاصل ہو)

؎ بے عنایت حق وخاصان حق
گر ملک باشد سیاہتش ورق

(اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اللہ والوں کی نظر کرم نہ ہو تو کوئی اگر فرشتہ بھی ہو جائے تو اس کا دفتر عمل سیاہ ہی رہے گا۔)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یَا اَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُو اللّٰہَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَo

(التوبہ:۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور مخلصین کی صحبت میں رہو۔

کسی عالم ربانی سے تعلق پیدا کر کے اپنے نفس کو اس کی پیروی میں دیئے بغیر اصلاح نفس ممکن نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (لقمان:۱۵)

ترجمہ: اس شخص کی راہ چل جو میری طرف رجوع کیا ہے۔

نفس کی انانیت اور کبر کو توڑنے والے شیخ کے آگے پامال ہوئے بغیر نفس کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔

؎ نفس تنواں کشت الاظل پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

(نفس نہیں مرے گا مگر پیر کے سائے سے، نفس کو مارنے والے پیر کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہو)

؎ قال را گذار مَردے حال شو
پیش مرد ے کاملے پامال شو

(قال کو چھوڑ کر حال پیدا کرو کسی مرد کامل کے آگے اپنے آپ کو فنا کردو)

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَاط وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ .

(العنکبوت: ٦٩)

ترجمہ: اور جن لوگوں ہمارے واسطے محنت کی ان کو ہم اپنی راہیں سجھائیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکار لوگوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے نفوس کا تزکیہ کرانے اور مخلصین کی صحبت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلس معرفت (۴)

انسانی فلاح کا واحد راستہ۔تزکیۂ نفس

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ o الرَّحِیْمِ o وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا o وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا o وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا o وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا o وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰھَا o وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰھَا o وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا o فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰھَا o قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا o وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا o صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. (الشمس. ۱ تا ۱۰)

ترجمہ: قسم ہے سورج کی اور اس کے دھوپ چڑھنے کی، چاند کی جب سورج کے پیچھے آئے، اور دن کی جب اس کو روشن کردے، اور رات کی جب اس کو ڈھانپ لے، اور آسمان کی جیسے اس کو بنایا ہے اور زمین کی جیسے اس کو بچھایا ہے، اور نفس انسانی کی جیسے اس کو ٹھیک ٹھاک برابر بنایا، اور اس کی نیکی اور بدی کا اس کو الہام کیا، تحقیق مراد کو پہونچا جس نے اس کو سنوار لیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو خاک (برائیوں) میں دبا دیا۔

اقسام القرآن: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں سات چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔سورج کی روشنی کی، چاند کی، دن کی، رات کی، آسمان کی، زمین کی اور نفس انسانی کی۔قرآن میں جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں ان کو بطور دلیل

اور گواہ کے پیش کیا گیا ہے۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے گواہ ہیں، اور ان چیزوں سے بندوں کے بے شمار مصالح وابستہ ہیں۔ ایک اور خاص بات جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں وہ ایک دوسرے سے متضاد صفات اور اثرات رکھنے والی ہیں۔ جیسے سورج اور چاند، دن اور رات، زمین اور آسمان۔ نفس انسانی کو اللہ تعالیٰ نے ٹھیک ٹھاک بنا کر اس کو نیکی اور بدی کا شعور دیا جس کو **فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ٥** سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر انسان چاہے وہ کسی مذہب وملت کا ہو برائی اور بھلائی کا شعور اپنے اندر رکھتا ہے۔

کوئی انسان بھی جھوٹ، ظلم، خیانت کو اچھا نہیں سمجھتا اور سچائی، امانت اور انصاف سب انسانوں کے نزدیک پسندیدہ صفات ہیں۔ نیکی اور بدی کے شعور کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ اور اختیار کی آزادی بھی دی ہے وہ چاہے تو نیکی کا راستہ اختیار کرے چاہے تو برائی کا۔ اسی پر سلسلۂ مجازات (نیکی کی جزا اور برائی کی سزا) قائم فرمایا، نیکی اور بدی کے شعور کو محض نفس کے الہام پر نہیں چھوڑا بلکہ انبیائے کرامؑ کے ذریعے اور آسمانی کتابوں کے ذریعے بالکل واضح اور دوٹوک طریقے پر حق اور باطل، صحیح اور غلط کو معلوم کرایا تا کہ انسان بے خطر برائی کے راستے سے بچ کر نیکی کے راستے پر اطمینان سے چل سکے۔

جوابِ قسم: چیزوں کی قسمیں کھا کر ان کو بطورِ گواہ کے پیش کرنے کے بعد ایک اہم نتیجہ خیز بات پیش کی ہے جو جوابِ قسم کہلاتی ہے کہ فلاح پا گیا جو نفس کو پاک کیا اور

نامراد ہوا جو نفس کو برائی میں دبا دیا۔ یہاں سات متضاد چیزوں کی قسمیں کھا کر یہ بات پیش کی گئی ہے جس طرح ان سات چیزوں کے صفات اور اثرات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس طرح نیکی اور بدی کے اثرات بھی لازماً مختلف ہوں گے۔ جو شخص اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کر کے نیکیوں سے آراستہ کرے گا تو فلاح پا جائے گا۔ اور جو شخص اپنے نفس کو برائیوں میں چھوڑ دے گا تو نامراد اور ناکام ہو گا۔ تمام انبیائے کرامؑ انسانی نفوس کا تزکیہ کرنے کے لئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ تزکیۂ نفس کے تین اہم جز ہیں:

۱) عقائد و افکار کا تزکیہ

۲) اعمال کا تزکیہ

۳) اخلاق کا تزکیہ

تزکیہ فعل متعدی ہے اس کے لئے کسی مزکی (تزکیہ کرنے والے) سے تعلق رکھنا ضروری ہے۔ تزکیہ ہوتا نہیں بلکہ کروانا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابیں تو چار نازل فرمائیں مگر انبیائے کرامؑ ایک لاکھ چوبیس ہزار مبعوث فرمائے۔ پہلے نبی کو مبعوث کیا پھر ان پر کتاب نازل کی۔

ؔ کورس تو صرف الفاظ ہی سکھاتے ہیں
آدمی ہی آدمی کو بناتے ہیں

تزکیہ شروع ہوتا ہے ایمانیات کے اقرار سے۔ عقائد و افکار کی اصلاح

تزکیۂ نفس کی اَساس ہے اس سے ذرا بھی غفلت اور بے اعتنائی نہیں برتی جاسکتی۔ آخرت کی اَبدی نجات اور کامیابی تو صحیح ایمان پر ہی موقوف ہے۔ بعض لوگ تزکیۂ نفس کے معاملے میں چند اشغال اوراذکار پر توجہ کرتے ہیں مگر عقائداور افکار سے صرف نظر کر جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس راستے پر چلنے والوں سے عجیب وغریب حرکات صادر ہونے لگتی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف فرمایا دیا۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰیO وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا O فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی O وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی O فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰیO (النّٰزعٰت: ۳۷ تا ۴۱)

ترجمہ: جو شخص بھی حد سے بڑھا اوراس نے دنیا کی زندگی کوترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور جو شخص اپنے رب کے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرا اوراس نے اپنے نفس کوخواہشات سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔

تزکیۂ نفس کوئی ''معمہ'' نہیں ہے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لاکر پوری طرح اخلاص سے اس پر عمل پیرا ہونا اوراپنی خواہشاتِ نفس کوشریعت محمدی ﷺ کے تابع کرنا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهٖ. (رواہ فی شرح السنہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کوئی شخص تم میں ایمان والانہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشاتِ نفس میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائے۔

تزکیۂ نفس اپنی خواہشات اور ہر حرکت وسکون کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق بنانا ہے۔

ع خلاف پیمبر ہر کسے راہ گزید
ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(پیغمبر ﷺ کے راستہ کے خلاف کوئی راستہ چلے تو وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا)

ع مپندار سعدیؔ کہ راہ صفا
تواں رفت جز پئے مصطفیٰ

(سعدیؔ ہرگز گمان نہ کرو کہ راہ صفا محمد ﷺ کی پیروی کے بغیر ہرگز طئے ہوگی)

نبی اکرم ﷺ کے بعد تزکیۂ نفس کا فریضہ آپ کے نائبین یعنی علمائے ربانی یہ فریضہ انجام دیتے آرہے ہیں۔ ان سے تعلق اور ربط اختیار کئے بغیر نفس کا تزکیہ ناممکن ہے۔

ع یار بائد راہ را تنہا مرو
بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

(راہ سلوک پر چلنے کے لئے ساتھی چاہئیے، اس جنگل میں بغیر رہبر کے مت چلو)

ع بے رفیق ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

(بغیر رفیق کے جو بھی اس راہ عشق میں چلا عمر گزر گئی اور وہ عشق حقیقی سے واقف نہ ہوسکا)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں علمائے ربانی سے تعلق پیدا کرکے اپنا تزکیہ کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(مجلسِ معرفت (۵))

اخلاص کی اہمیت

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِO بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِO اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ

فَاعْبُدِاللّٰہَ مُخْلِصًالَّہُ الدِّیْنَO صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. (سورہ الزمر:۱،۲)

ترجمہ: اس کتاب کا نزول اس اللہ کی طرف سے ہے جو بہت زبردست ہے اور سب حکمتوں کا جاننے والا ہے، بے شک یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے آپ دین کو خالص کر کے اخلاص سے اللہ کی بندگی کریں۔

طریق وسلوک میں اخلاص کی جو اہمیت ہے اس کی جس قدر بھی تاکید کی جائے کم ہی ہے۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سارا سلوک تو **"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ"** پر گھومتا ہے۔ مخلصین اپنے عذر کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا عمل نہ کرسکیں تو انہیں اخلاصِ نیت پر برابر ثواب ملتا ہے بلکہ خلافِ اولیٰ کرنے پر بھی ملامت کے مستحق قرار نہیں پاتے۔ بلکہ انہیں تسلی دی جاتی ہے اور ڈھارس بندھائی جاتی ہے۔

اس کے برخلاف غیر مخلصین کے اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کو بھی علی اعلان رد کیا جاتا ہے اور عذاب کی بشارت سنائی جاتی ہے۔ چنانچہ منافقین کے بارے جو

اخلاص سے خالی تھے فرمایا گیا ۔

۱) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ O يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يُخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ O فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْايَكْذِبُوْنَ O (البقرة:۸ تا ۱۰)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور وہ ہرگز ایمان والے نہیں ہیں۔ اللہ سے اور ایمان والوں سے دھوکہ بازی کرتے ہیں۔ اور اصل میں کسی کو دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں مرض ہے پھر اللہ نے ان کے مرض کو بڑھادیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔

۲) اِذَاجَآءَ كَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْ اَنَشْهَدُاِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُه، وَاللّٰهُ يَشْهَدُاِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ O (المنافقون: ۱)

ترجمہ: منافقین جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ اس بات کی گوہی دیتا ہے کہ یہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں۔

۳) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا O
(النساء:۱۴۵)

ترجمہ: بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔

منافقین کو اللہ، آخرت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے اقرار و اظہار اور دعویٰ کے باوجود بھی کہا گیا کہ وہ ہرگز ایمان والے نہیں ہیں۔ اور انہیں دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں داخل کیا جائے گا۔

راہِ سلوک کا پہلا قدم ہی صدق و اخلاص پر ہے۔ ایمان اگر اخلاص کے بغیر ہے تو وہ ایمان معتبر ہی نہیں اس طرح نیک اعمال اخلاص کے بغیر ہیں تو ایسے عاملین کو سب سے پہلے دوزخ کے ایسے گڑھے میں ڈال دیا جائے گا جس سے دوزخ خود دن میں چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔

حدیث: **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَعَوَّذُ ابِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قَالُوْ ا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا جُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ فِیْ جَهَنَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ یَوْمٍ اَرْبَعَ مِائَةِ مَرَّةٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَنْ یَدْ خُلُهَا قَالَ اَلْقُرَّآ ءُ الْمُرَاءُ وْنَ بِاَ عْمَالِهِمْ.** (راوہُ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ ''جب الحزن'' سے اللہ کی پناہ طلب کرو صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ یہ ''جب الحزن'' کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنم کی وہ وادی ہے کہ جہنم بھی ہر دن ۴۰۰ مرتبہ اس سے پناہ مانگتی ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کون داخل ہونگے

فرمایا دین کے علم اور عمل سے ریا کاری کرنے والے۔

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

در ارادت باش صادق اے فرید

تا بیابی گنج عرفان را کلید

(اے فریداس راہ میں صدق نیت سے آؤ تا کہ تمہیں خزانۂ عرفان کی کنجی حاصل ہو)

دل میں صدق اور اخلاص ہے لیکن بحالت مجبوری جبر واکراہ کی حالت میں اگر اس کی زبان سے کلمۂ کفر بھی نکل جائے تو اس کی نہ تکفیر کی جائے گی اور نہ اسے ملامت کیا جائے گا بہ شرطیکہ دل ایمان پر مطمئن ہو۔ارشاد باری ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌO

(النحل:۱۰۶)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد کفر کرے مگر یہ کہ اس پر جبر کیا جائے اور وہ مجبوراً زبان سے کفر کی بات کہہ دے بہ شرط یہ کہ اس کا دل ایمان پر قائم ہو تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا لیکن جو کوئی شخص کھلے دل کے ساتھ کفر کرے ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہ حضرت عمار بن یاسرؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔مشرکین مکہ نے ان کے باپ حضرت یاسرؓ اور ان کی ماں حضرت سمیہؓ

کو بری طرح قتل کر دیا اور اب حضرت عمارؓ کے درپے ہوئے کہ دین سے پھر جائیں۔اس حالت میں انہوں نے کلمہ کفر نکالا مگر دل ایمان ویقین پر مطمئن تھا مفسرین نے فرمایا۔

" نَزَلَتْ فِیْ عَمَّار بْنِ یَاسِرٍ اَخَذَہُ الْمُشْرِکُوْنَ فَعَذَّبُوْہُ حتّٰی اَعْطَاھُمْ مَااَرَادُوْ امُکْرِھًا فَقَالَ النَّاسُ : اِنَّ عَمَّارًا کَفَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ عَمَّارًا مُلِیءَ اِیْمَانًامِنْ فَرْقِہٖ اِلٰی قَدْمِہٖ ، وَاخْتَلَطَ الْاِیْمَانُ بِلَحْمِہٖ وَ دَمِہٖ، فَاَتٰی عَمَّارٌرَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ یَبْکِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: کَیْفَ تَجِدُ قَلْبَکَ ؟ قَالَ : مُطْمَئِنًّا بِالْاِیْمَانِ قَالَ: اِنْ عَادُوْا فَعُدْ.

(التفسیر الکبیر ۲۰/۱۲۱)

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسرؓ کو مشرکوں نے سخت تکلیفیں دیں اور کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا تو انہوں نے زبان سے کہہ دیا۔لوگ یہ کہنے لگے کہ عمارؓ کافر ہوگئے۔عمارؓ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس روتے ہوئے آئے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کی حالت کیسی پاتے ہو؟ حضرت عمارؓ نے کہا کہ میرا دل ایمان پر پوری طرح مطمئن ہے،اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا بیشک عمارؓ سر سے پیر تک ایمان سے بھرا ہوا ہے اس کے گوشت اور خون ایمان سے پر ہیں۔پھر آپ ﷺ نے عمارؓ سے فرمایا اگر یہ مشرکین تجھے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کریں تو زبان سے کلمہ کفر کہہ دے۔

مولانا رومؒ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے۔

ہر چہ گیرد علتی، علت شود
کفر گیرد کاملے، ملت شود

(بیمار آدمی (متعدی مرض والا) جس چیز کو پکڑے گا اس کو بیمار کردے گا، کامل آدمی (مخلص وصادق) کفر کو پکڑے گا تو وہ دین بن جائے گا۔)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اخلاصِ نیت کی اور مخلصین سے تعلق پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت(۶)

اِخلاص کس طرح سے پیدا ہوتا ہے

اخلاص کی اہمیت معلوم کرنے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اخلاص کس طرح پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب پاک میں فرماتے ہیں۔

۱) اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ o اِنَّـا اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِا للّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ o اَلا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

(الزمر:۳ تا ۱)

ترجمہ: اس کتاب کا نزول اس اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے اور ساری حکمتوں کا جاننے والا ہے۔ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل کی ہے۔آپ دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اخلاص سے اس کی بندگی کیجئے۔خوب سنو کہ خالص بندگی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہے۔

۲) وَمَآ اُمِرُوْآ اِلَّا لِیَعْبُدُ وا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآ ءَ وَیُقِیْمُو ا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُو ا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ o (البینہ:۵)

ترجمہ: اور انہیں (اہل کتاب) اسی بات کا حکم دیا گیا تھا کہ دین کو اللہ کے لئے

خالص کر کے حضرت ابراہیمؑ کے طریقہ پر بندگی کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیتے رہیں اور یہی مضبوط اور درست دین ہے۔

اخلاص تین طریقوں سے پیدا ہوتا ہے:

۱) اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے استحضار سے۔

۲) قیامت کے دن اللہ کے حضور پیشی ہونے کے یقین سے۔

۳) مخلصین کی صحبت میں رہنے سے۔

۱) اللہ تعالیٰ کے اسماء کا استحضار:

انسان کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا استحضار اسے تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے روکنے میں سب سے موثر رول ادا کرتا ہے۔ ان اسماء کو یاد رکھنا، دل و دماغ پر ان کا نقش جما لینا اخلاص پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔

حدیث: **عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَ تِسْعِیْنَ اِسْمًامِا ئَۃً اِلَّا وَاحِدَۃً مَنْ اَحْصَاھَادَخَلَ الْجَنَّۃَ.** (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ یعنی ایک کم سو نام ہیں جس نے ان ناموں کو یاد رکھا وہ جنت میں جائے گا۔

اسمائے الٰہی تین قسم کے ہیں:

۱) قسم اول ذات کے لئے (۲۸) جیسے **الاحد، الواحد، مالک الملک، ذو الجلال** وغیرہ۔

۲) قسم دوم صفات کے لئے (۲۸) جیسے **العلیم ، الخبیر، السمیع ، البصیر الشھید، الرقیب** وغیرہ۔

۳) قسم سوم فعل کے لئے ہے (۴۳) جیسے **الخالق ، الرازق ، النافع، الضار، الوھاب الواسع** وغیرہ۔

قرآن مجید کے تین بنیادی علوم میں سے ایک علم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اورافعال کا ہے۔جس سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔کبھی تو آیات اسمائے الٰہی سے شروع ہوتی ہیں ،کبھی درمیان میں ان کا ذکر آتا ہے اور کبھی آیتوں کا اختتام اسمائے الٰہی پر ہوتا ہے۔

۱) **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَاتُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُه‘ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِO** (ق:۱٦)

ترجمہ: یقیناً انسان کو ہم نے پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل میں آتے ہیں اس سے بھی ہم واقف ہیں۔اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

۲) **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌO** (الحدید:۴)

ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو اور جو تم کرتے ہو اللہ

سب دیکھتا ہے۔

۳) یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ یُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَھُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۝

(الحدید:٦)

ترجمہ: وہی ہے جو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور وہ سینوں کی تمام باتوں سے واقف ہے۔

۴) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَافِی السَّمٰوَاتِ وَمَافِی الْاَرْضِ مَایَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذَالِکَ وَلَا اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ط اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۝ (المجادلہ:۷)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمیں میں ہے۔ کہیں تین آدمی خفیہ مشورہ ایسا نہیں کرتے مگر چوتھا وہ (اللہ تعالیٰ) نہ ہو۔ اور پانچ آدمی کہیں خفیہ مشورہ نہیں کرتے مگر چھٹا وہ (اللہ تعالیٰ) نہ ہو، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں ہوں۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے قیامت کے دن ان کو جتلائے گا۔ بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

۵) یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَ مَاتُخْفِی الصُّدُوْرُ۝ (المومن:١٧)

ترجمہ: وہ خدا خیانت کرنے والی نگاہ کو بھی جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جانتا ہے

جو سینوں نے چھپا رکھیں ہیں۔

٦) اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ ط یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌوَ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًاo (الطلاق :۱۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور اسی کی مثل زمین بھی بنائی۔ ان سب میں انہیں کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کو اپنے علم کے احاطہ میں لیا ہے۔

٧) اَلَآ اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَ ھُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْہُ ط اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَا بَھُمْ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِo

(ھود:۵)

ترجمہ: خوب سنو وہ لوگ اپنے سینوں کو جھکا کر دوہرا کر لیتے ہیں تا کہ اپنی باتوں کو خدا سے چھپا سکیں، سن لو جب یہ لوگ اپنے کپڑے اپنے اوپر اوڑھا کرتے ہیں اس وقت بھی وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب باتوں کو جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپا کر کرتے ہیں اور جو علانیہ کرتے ہیں بے شک وہ سینوں کی پوشیدہ باتوں سے بھی خوب واقف ہے۔

٨) وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ط

(البقرۃ: ۲۸۲)

ترجمہ: جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا چھپائے رکھو اللہ تعالیٰ تم سے اس کا محاسبہ کرے گا۔

اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہؓ پریشان ہوئے اور اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اہل کتاب کی طرح **سمعنا و عصینا** (ہم نے سنا اور نہیں مانا) مت کہو بلکہ تم کہو **سمعنا و اطعنا** (ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی)۔ اس پر آگے کی آیتیں نازل ہوئیں کہ **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ.**
(البقرة: ۲۸۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی برداشت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے۔ اس کی کمائی کا نفع اسی کے لئے ہے اور اس کی برائی کا وبال بھی اسی پر ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے وہ بہترین دعا سکھائی ہے اور قبولیت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

۹) **وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ○** (الملک: ۱۴، ۱۳)

ترجمہ: اور تم اپنی بات چھپا کر کہو یا آواز سے کہو بلاشبہ وہ سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ بھلا جس نے پیدا کیا ہے وہ اپنی مخلوق سے کیسے بے خبر ہوسکتا ہے؟ حالانکہ وہ بڑا باریک بین اور پوری طرح باخبر ہے۔

۱۰) **اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى○** (سورة العلق: ۱۴)

ترجمہ : کیا اس شخص کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے۔

ابوجہل اللہ کے رسول ﷺ کو حرم میں نماز پڑھنے سے روکتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اگر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھوں تو ان کی گردن مروڑ دونگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ س کی شرارت اور اللہ کے رسول کا خشوع وخضوع دونوں دیکھ رہا ہے ؟ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی (کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے) کا مراقبہ اصلاحِ نفس کے لئے بہت مُوثر ہے۔

یوم جزا کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کا یقین:

ایک دن مرنا ہے اور اپنے خالق و مالک کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔ جس شخص کو ان باتوں کا یقین ہوگا وہ تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچے گا۔ ایمان اور عملِ صالح پر کامیابی ہوگی اور کفر اور شرک پر ہلاکت ہوگی ۔ عقیدۂ توحید کے بعد قرآن کریم کی دعوت کا سارا محور عقیدۂ آخرت کے گرد گھومتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو ااتَّقُو اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّ مَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ٥ (الحشر:۱۸)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر نفس کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک تم جو بھی کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔

اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَافِی الۡقُبُوۡرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ۝ (العادیات : ۱۱،۹)

ترجمہ: کیا انسان کو وہ وقت معلوم نہیں کہ مردے جو قبروں میں ہیں زندہ کر کے اُٹھا کھڑا کیئے جائیں گے۔ اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے سب ظاہر کر دیا جائے گا۔ بے شک ان کا رب اس دن ان کے احوال سے پوری طرح باخبر ہے۔

یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ ۝ فَمَالَهُ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ (سورہ الطارق : ۱۰،۹)

ترجمہ: جس دن تمام پوشیدہ بھید آشکارا ہو جائیں گے اس دن نہ انسان کو خود کوئی زور ہوگا اور نہ اس کی کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُو اتَّقُو اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝

(اٰل عمران: ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

وَاتَّقُوۡ ایَوۡ مًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَ فّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ۝ (البقرة : ۲۸۱)

ترجمہ: اس دن سے ڈرو جس دن تم سب خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور ہر شخص نے جو کچھ کمایا ہے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔

حدیث(۱): وَعَنْ عَدِیّ بْنِ حَاتِمٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّه' لَيْسَ بَيْنَه' وَ بَيْنَه' تَرْجُمَانٌ وَلَا حِجَابٌ يَحْجِبُه' فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهٖ وَ يَنْظُرُ اَشَامَ مِنْهُ وَلَا يَرٰى اِلَّا مَاقَدَّمَ وَ يَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشَقِّ تَمَرةٍ . (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں رہے گا مگر یہ کہ اس کا رب اس سے دوبدو بات کرے گا اس کے درمیان میں نہ کوئی ترجمان ہوگا اور نہ حجاب رکاوٹ بنے گا، بندہ اپنی داہنی طرف دیکھے گا تو جو اعمال آگے بھیج چکا ہے اس کو پائے گا۔ اور بائیں طرف دیکھے گا تو جو اعمال آگے بھیج چکا ہے اس کو پائے گا۔ اور اپنے سامنے نظر کرے گا تو جہنم کی آگ کے سوا کچھ نہ پائے گا۔ پس جہنم کی آگ سے بچو چاہے وہ اللہ کی راہ میں کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث(۲): وَ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِى الدَّارِ الدُّنْيَا لَا فُسَدَتْ عَلٰى مَعَائِشَهِمْ فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ طَعَامُه' . (مشكوٰة)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ آیت ''اللہ سے ڈرو

جیسا ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اسلام کی حالت میں'' کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ زقوم کا ایک قطرہ اگر دنیا میں ڈال دیا جائے تو اہل زمین کی تمام معاش کو فاسد کردے گا۔ تو جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا اس کا کیا حال ہوگا؟

صحبتِ مخلصین:

حصول اخلاص میں سب سے موثر اور قوی عنصر صحبتِ مخلصین اور صادقین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو اتَّقُو اللّٰهَ وَ کُوْنُوْ امَعَ الصّٰدِقِیْنَ○ (التوبة: ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کی صحبت میں رہو۔

تین صحابہؓ حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت مرارہ بن ربیعؓ اور حضرت ہلال بن امیہؓ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ان کی توبہ روک دی گئی تھی۔ پچاس دن کے بعد ان کی توبہ کا حکم نازل ہوا اور یہ آیت بھی نازل ہوئی کہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کی صحبت میں رہو۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے جہاد میں پیچھے رہنے کی وجہ منافقین کی صحبت، مجالست اور مشاورت ہے۔

حدیث(۳): عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَ کُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِ هِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تم میرے اصحاب کو برا بھلا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں دے تو میرے صحابی کے سیر یا آدھے سیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

صحابہؓ کا عمل اخلاص کی وجہ سے اس مقام پر پہنچتا ہے کہ ان کے بعد کے لوگ احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے پر بھی ان کے سیر یا آدھے سیر جو کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ ان کا یہ اخلاص صحبت نبوی ﷺ کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔

حدیث: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَیَقُوْلُوْنَ ھَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَھُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِنَ النَّاس فَیُقَالُ ھَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَھُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِنَ النَّاس فَیُقَالُ ھَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَھُمْ. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے جائے گی، جب دشمن سے مقابلہ دشوار ہوگا تو پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے کوئی حضور ﷺ کے صحابی ہیں، تو کہیں گے کہ موجود ہیں۔ ان کی برکت سے فتح ہو

جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کے لئے جائے گی جب دشمن سے مقابلہ دشوار ہوگا تو پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے کوئی ہیں جو صحابی کے ساتھ رہے ہوں (تابعی) تو کہیں گے کہ ہاں موجود ہیں ان کی برکت سے فتح ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کے لئے جائے گی جب دشمن سے مقابلہ دشوار ہوگا تو پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے کوئی ہیں جو صحابی کے ساتھی (تابعی) کے ساتھ رہے ہوں (تبع تابعین) تو کہیں گے کہ ہاں موجود ہیں ان کی برکت سے فتح ہو جائے گی۔

جو لوگ ایمان لائے تھے صحبت رسول ﷺ سے صحابی بنے اور ان صحابہ کی صحبت میں جو رہے وہ تابعین بنے اور جو تابعین کی صحبت میں رہے وہ تبع تابعین بنے، قدر مشترک (Commom Factor) صحبت ہے۔ صحبت رسول ﷺ، صحبت صحابہؓ اور صحبت تابعین۔

حدیث(۴): وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُ کُمْ مَنْ یُخَالِلُ. (مشکوۃ)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ جو کوئی دوست رکھتا ہے کسی کو تو اکثر اسی کے مذہب اور سیرت پر ہوتا ہے۔ پس اس کو چاہیئے یہ دیکھے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

حدیث(۵): عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ لَا

تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَاْ كُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ. (مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا صحبت نہ رکھ مگر ایمان والے کی۔ اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر متقی۔

جن لوگوں کے ساتھ مصاحبت اور مواکلت (کھانا پینا) ہوگی اس سے لازماً الفت ومحبت پیدا ہوگی اوراس کے اچھے یا برے صفات سرایت کر جائیں گے۔ خیر القرون کے بعد اللہ والوں کی صحبت میں رہنا، یہی دین، اخلاص اور تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ تھا۔ اب ایک دور ایسا آیا ہے کہ مدارسِ دینیہ کی کثرت ہوگئی ہے۔ لیکن اکثر فارغین اخلاص اور تقویٰ سے عاری ہیں۔ یہ اس دور کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ علم کی بڑی سے بڑی مقدار تقویٰ اور اخلاص کے قائم مقام نہیں بن سکتی۔

عالم اسلام کی جن شخصیتوں کے ذریعے امت کی اصلاح اور رہنمائی ہوئی، جن کے نام اور کام آج تک باقی ہیں وہ سب ان کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ ائمہ اربعہؒ، محدثین عظامؒ، صوفیائے کرامؒ، اور بعد آنے والے ادوار میں حضرت امام غزالیؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، امام ابن تمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ، حضرت مولانا رومؒ، امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت شاہ اسمٰعیل حاجی امداداللہ صاحبؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ ان سب حضرات نے اپنے زمانے کے علمائے ربانیین (مخلصین)

کی صحبت میں رہ کر اخلاص کی تحصیل میں خوب محنتیں کیں تب کہیں اپنے علم و عمل سے امت کو نفع پہنچایا۔اس کے برخلاف جن کے پاس صرف علم تھا یا صرف عمل تھا اور وہ اخلاص سے عاری تھے وہ امت کی کیا رہنمائی کرتے خود ہی جادۂ مستقیم سے ہٹ گئے ۔ایسے لوگوں نے گمراہ فرقوں کی بنیاد ڈالی یا اس طرح ختم ہو گئے کہ آج ان کا نام لیوا بھی کوئی باقی نہیں ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ذرائع اختیار کر کے اپنے ایمان اور عمل میں اخلاص پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَزَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَ مَوْلَاھَا اٰمِیْنَ .

(ترجمہ:اے اللہ تو میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور تو میرے نفس کو پاک وصاف کر دے تو ہی بہترین پاک وہ صاف کرنے والا ہے تو ہی اس کا مالک اور آقا ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باسمہٖ تعالیٰ

(مجلسِ معرفت (۷))

''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِoبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَایَشَاءُ وَ یَخْتَارُ ط مَاکَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَoصَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ . (القصص:۶۸)

ترجمہ: آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند فرماتا ہے۔ ان لوگوں کو پسندیدگی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرک کرنے سے پاک اور بالا تر ہے۔

بزرگی اور فضیلت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشاد سے ہی معلوم ہوتی ہے: کسی شئے یا کسی شخص میں کوئی فضیلت اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے ہی سے حاصل ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اللہ کے رسول ﷺ نے احادیث میں جو وجوہات بیان فرمائے ہیں اسی کی بنیاد پر کسی شخص کو افضل اور بزرگ قرار دیا جائے گا۔ انسانوں کو اختیار دیا جائے تو ہر کوئی اپنی اپنی پسند کے مطابق کسی کو فاضل، کسی کو مفضول قرار دے گا۔ اور معیار فضیلت اور بزرگی میں افراط وتفریط کی وجہ سے عقائد اور اخلاق میں بڑا خلل پیدا ہوگا۔

تخلیق، اختیار اور انتخاب سب اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ انسانوں میں سے اللہ

تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو چن لیا۔ اوران میں سے تین سو تیرہ کو رسول کی حیثیت سے برگزیدہ کیا۔ ان سب انبیاء اور رسل میں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الرسل اور خاتم النبیین بنایا۔ اس طرح لاتعداد فرشتوں میں سے چار فرشتوں حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت اسرافیلؑ اور حضرت عزرائیلؑ کو فضیلت دی۔ سات آسمانوں میں سے ساتویں آسمان کو فضیلت دی۔ سات جنتوں میں سے جنت الفردوس کو افضل بنایا۔ پس تخلیق، اختیار اور اجتبیٰ اللہ ہی کے لئے ہے۔

حدیث: وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُاِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَا نَةَ مِنْ وَلَدِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اصْطَفٰى قُرَيْشًامِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِىْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِىْ مِنْ بَنِىْ هَاشِمْ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنو ھاشم کو چنا اور بنو ھاشم میں سے مجھے چنا۔

حدیث: عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَخَرَجَ حَتّٰى اِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًاوَقَالَ آخَرُ مُوْسٰى كَلَّمَهٗ تَكْلِيْمًا وَقَالَ آخَرُ فَعِيْسٰى كَلِمَةُ اللّٰهِ وَرُوْحُهٗ وَقَالَ اٰخَرُ اٰدَمُ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

وَقَالَ قَدْ سَمِعْتُ کَلَامَکُمْ وَ عَجَبَکُمْ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلُ اللّٰہِ وَھُوَ کَذَالِکَ وَ مُوْسیٰ نَجِیُّ اللّٰہِ وَھُوَ کَذَالِکَ وَ عِیْسیٰ رُوْحُ اللّٰہِ وَ کَلِمَتُہ، وَھُوَ کَذَالِکَ وَاٰدَمُ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ وَ ھُوَ کَذَالِکَ اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَحْتَہ، اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَہ، وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُحَرِّکُ حَلْقَ الْجَنَّۃِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِیْ فَیُدْ خِلُنِیْھَا وَمَعِیَ فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا فَخْرَوَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَا فَخْرَ (راوہ: ترمذی)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ ان کے قریب ہوئے اوران سے یہ سنا کہ وہ مذاکرہ کررہے ہیں۔ بعض نے ان میں سے کہا کہ ابراہیمؑ کواللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا دوسرے نے کہا کہ موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے باتیں کیں، اوردوسرے نے کہا کہ عیسیٰؑ تو اللہ کا کلمہ اوراس کی روح ہیں اوردوسرے نے کہا کہ آدمؑ کواللہ نے چن لیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سن کریہ فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں اورتمہاراتعجب کرنا سن لیا۔ بے شک ابراہیمؑ اللہ کے دوست ہیں بے شک وہ ایسے ہی ہیں۔ موسیٰؑ اللہ کے ہمرازاورہم سخن ہیں اوروہ ایسے ہیں۔ اورعیسیٰؑ اللہ کی روح اوراس کا کلمہ ہیں وہ ایسے ہی ہیں اورآدمؑ اللہ کے برگزیدہ ہیں اوروہ ایسے ہی ہیں۔ خوب سن لو میں اللہ کا حبیب ہوں اور میں فخرسے نہیں کہتا اورقیامت کے دن حمد کا جھنڈا اُٹھانے والا میں ہی ہوں۔ آدمؑ

اوران کے سوا جو ہیں سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اوراس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اورسب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔ اور میں پہلے جنت کی دروازے کی کونڈی ہلاؤنگا اللہ تعالیٰ میرے لئے کھول دیں گےاور مجھے جنت میں داخل کریں گےاور میرے ساتھ ایمان والے فقراء ہونگے۔ اس پر بھی مجھے فخر نہیں۔ تمام اولین و آخرین میں سب سے بزرگ ترین میں ہی ہونگااوراس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔

نہی عن الاطراء: (حد سے زیادہ بڑھانے کی ممانعت)

عَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصارٰیٰ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُ ہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰہِ وَ رَسُوْلُہٗ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا تم مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰؑ بن مریم کو بڑھایا (اللہ کا بیٹا اور اللہ ہی بنا دیا) میں اس کا بندہ ہوں۔ تم میرے متعلق یہی کہو کہ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو بہت سختی سے منع کیا تھا کہ دین میں کسی طرح غلو کریں۔

یٰٓاَ ھْلَ الْکِتٰبِ لَاتَغْلُوْافِیْ دِیْنِکُمْ وَلَاتَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ط اِنَّمَا الْمَسِیْحُ

عِیۡسَی بۡنُ مَرۡیَمَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ وَ کَلِمَتُہٗ ۚ اَلۡقٰہَاۤ اِلٰی مَرۡیَمَ وَ رُوۡحٌ مِّنۡہُ ۫ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ ۚ وَ لَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَۃٌ ؕ اِنۡتَہُوۡا خَیۡرًا لَّکُمۡ ؕ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبۡحٰنَہٗۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہٗ وَلَدٌ ۘ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ﴿۱۷۱﴾

(النساء : ۱۷۱)

ترجمہ: اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غلو مت کرو۔ اللہ کی نسبت سوائے حق بات کے کچھ نہ کہو۔ عیسیٰ بن مریم اس کے سوا کچھ اور نہیں ہیں صرف اللہ کے ایک رسول ہیں اور اس کے ایک کلمہ کے ذریعے جو اس نے حضرت مریمؑ تک پہنچایا تھا اس سے پیدا ہوئے اور خدا کی جانب سے ایک روح ہیں۔ پس تم اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ اور تم یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس قول سے باز آجاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی اکیلا معبود حقیقی ہے۔ اس کی ذات پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملک ہے اور کارساز ہونے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوۡۤا اَہۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَ اَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا وَّ ضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ ﴿۷۷﴾ (۷۷:المائدہ)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو مت کرو اور ایسے لوگوں کی خواہشات پر مت چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا اور آج تک صحیح راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

اہل کتاب کومنع کرنے میں دراصل اس اُمت کوبھی منع کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے سختی سے منع کرنے کے باوجود بھی اُمت کے غلو پسند طبقے نے پہلے تو اللہ کے رسول ﷺ کواللہ کے صفات سے متصف کرنا شروع کیا اللہ کے رسول ﷺ حاضر و ناظر ہیں ،اللہ کے رسول عالم الغیب ہیں ، اللہ کے رسول مختارکل ہیں وغیرہ وغیرہ۔۔

معاملہ یہیں تک نہیں رُکا غالی لوگوں نے آپ ﷺ کوعین خدا بنا دیا۔ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کوصرف اللہ کا بیٹاہی بنایا تھا، ہمارے یارلوگوں نے عین خداہی بنا کرچھوڑا۔ان کے درجہ ذیل اشعاراس کاثبوت ہیں۔

محمد مصطفیٰ محشر میں طٰہٰ بن کے نکلیں گے
اُٹھاکر میم کا پردہ ہو یدا ہوکے نکلیں گے
حقیقت جن کی مشکل تھی تماشہ بن کے نکلیں گے
جسے کہتے ہیں بندہ (قل ھواللہ) بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جو (اِنّی عبدہ) کی بنسری ہردم
خداکےعرش پر(اِنّی انا اللّٰہ) کہہ کےنکلیں گے۔

وہی جومستوی عرش تھاخداہوکر
اُتر پڑامدینے میں مصطفیٰ ہوکر

نام احمد کے نئے راز نے دل چھین لیا
پردۂ میم کے انداز میں دل چھین لیا
حوریں بلائیں لے لے کے کہتی تھیں
کملی والے تیرے انداز نے دل چھین لیا

نام احمد کا راز کیا ہے آپ کو معلوم ہے ؟ وہ اللہ (احد) جو عرش پر مستوی تھا وہی میم کا پردہ اوڑھ کر احمد کے روپ میں دنیا میں آیا۔ سب لوگوں نے اُسے نہیں پہچانا؟ !! صرف چند صاحب معرفت لوگوں کو ہی اس کی پہچان ہوئی؟ !!

ایک مسجد کے محراب پر یہ لکھا ہوا دیکھا "انا احمدٌ بلا میمٍ"

یہ جملہ بالکل غلط ہے کیوں کہ احمد پر تنوین (دو زبر، دو زیر، دو پیش) نہیں آتی کسی جاہل مطلق نے ایک جملہ چلا دیا تو اسے دیگر جہلاء نے ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ اور یہ فقرہ مسجد کی زینت بنا ہوا ہے۔

ہمارے پاس ایک ڈی سی صاحب نے سمندری طوفان (سونامی) سے متاثرین کے لئے چندہ جمع کرنے کے لئے گول گنبد کے باغ میں تمام لوگوں کی ضیافت کی اور ایک مشہور قوّال کے ذریعے ترغیب دلائی۔ قوال خم ٹھوک کر گا رہا تھا اور سب لوگ سر دھن رہے تھے۔ دل تھام کر سنئے اور داد دیجئے۔۔۔

ع محمد کے شہر میں بے پردہ خدا ہے
محمد کے شہر میں بے پردہ خدا ہے

سمجھے آپ؟ محمد کے شہر یعنی مدینے میں بے پردہ خدا ہے یعنی محمد خود خدا ہیں !!
افسوس کیا جہالت، بے دینی اور الحاد ہے۔ جتنی بھی مذمت کی جائے اور افسوس کیا جائے کم ہے۔ شاید آپ کو معلوم ہے کہ نہیں کہ کفر کی تائید بھی کفر ہے۔ ہزاروں لوگ گول گنبد کے باغ میں جمع تھے سب قوّال کے مصرعہ

"محمد کے شہر میں بے پردہ خدا ہے"

پر عش عش کرر ہے تھے۔ ہزاروں کو کافر بنا کر لاکھوں روپئے وصول کر کے چلا گیا

اوتار کا نظریہ(Theory of Incarnation):

یہ نظریہ تو غیر مسلموں سے مستعار لیا گیا ہے، جب سنسار میں اتیاچار ظلم وستم اور فساد زیادہ ہو جاتا ہے تو بھگوان رام، کرشن، گوتم، مہاویر وغیرہ کا روپ دھار کر دنیا میں آتا ہے اور سنسار کو ٹھیک ٹھاک کر کے پھر اوپر اپنی دنیا میں چلا جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر افسوس اور صد افسوس ہے۔ یہ سخت قسم کے ملحد، زندیق اور بے دین لوگ ہیں۔ اللہ کی ذات الگ اور رسول ﷺ کی ذات الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات الگ ہیں اور رسول ﷺ کی صفات الگ ہیں۔ ہر دونوں اپنی ذات اور صفات میں ممتاز ہیں۔

کیا آپ کو اللہ کے رسول ﷺ کی بزرگی معلوم ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ ایک بشر ہیں گو آپ میں کچھ امتیازی صفات ضرور ہیں مگر ہیں تو جنس بشر سے۔ آپ ہی نہیں بلکہ تمام انبیائے کرام جنس بشر سے تھے

جس کا انکار کرنا کفر کی بات ہے۔ عقائد نسفی جو ہمارے عقائد کی مشہور اور مستند کتاب ہے اس کی شرح میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ انبیاء کی بشریت کا انکار کفر کی بات ہے۔ آپ اللہ کے کامل بندے ہیں، افضل الرسل ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ یہی آپ کی بزرگی ہے جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ تقریر کا عنوان جیسے دیا گیا ہے ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

آپ کی بزرگی اور فضیلت کو جاننا کیوں ضروری ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک سورۂ احزاب میں صاف فرما دیا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ. (الاحزاب: ۶)

ترجمہ: نبی ایمان والوں پر ان کی جانوں سے زیادہ مقدم ہیں۔ اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

اولیٰ کے معنی مقدم، قریب، زیادہ شفقت و رحم کرنے والا زیادہ حق رکھنے والا ہیں۔ ''**صفوۃ التفاسیر**'' میں اولیٰ کا مطلب درجہ ذیل بیان کیا گیا ہے:

اَحَقُّ بِهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ مِّنْ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا یعنی نبی ان کی جانوں پر دین و دنیا کے تمام امور اور ہر چیز سے زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔ ہم پر ہماری جان کا وہ حق نہیں ہے جو نبی کا ہماری جان پر حق ہے۔ جب نبی کا حق ہماری جان پر ہم سے زیادہ ہے تو ہمارے لئے آپ کی بزرگی اور فضیلت کے متعلق جاننا ضروری ہو گیا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ نبی ﷺ پر جو ہم ایمان

لائے ہیں وہ ایمان ہم سے کیا تقاضہ کرتا ہے اور یہ ایمان کب صحیح کہلائے گا ۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ بات واضح طور پر درجہ ذیل آیت میں فرمائی ہے:

فَلا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوا فِی اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوا تَسْلِیمًا○ (النساء:٦٥)

ترجمہ: پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک تمام باہمی جھگڑوں میں آپ ہی کو منصف نہیں بناتے ۔اور جو فیصلہ بھی آپ کرتے ہیں اس سے دل میں کوئی تنگی نہیں پاتے اور آپ کے فیصلے کو خوشی خوشی قبول کر لیتے ہیں۔

قسم کھانے کا مطلب اللہ تعالیٰ اپنی گواہی دے کر رسول ﷺ سے مخاطب ہو کر یہ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے والے ہیں، جن کے اندر یہ تین باتیں پائی جائیں وہی سچے ایمان والے ہیں ورنہ وہ لوگ منافق ہیں۔

١) تمام مسائل میں آپ کو حَکَم (مُنصِف) بنانا۔اب آپ ﷺ موجود نہیں ہیں تو آپ کی شریعت سے فیصلہ کرانا۔

٢) جو فیصلہ بھی آپ ﷺ کریں (یا آپ کی شریعت سے ہو) دل میں تنگی نہ پانا۔

٣) جو فیصلہ بھی آپ ﷺ کریں (یا آپ کی شریعت سے ہو) برضا ورغبت قبول کرنا۔

ذرا ہم اپنا جائزہ لے کر دیکھیں کیا ہم کو یہ تینوں باتیں حاصل ہیں؟

پرسنل لا کا معاملہ اسی لئے اُٹھ کھڑا ہے کہ ہم کو شریعت کے احکام پسند نہیں ہیں، ہم

اس میں ترمیم، تنسیخ اور ردو بدل کا مطالبہ کررہے ہیں۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس آیت کا شانِ نزول آپ کے سامنے بیان کروں۔

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ ضَمْرَةَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّ رَجُلَیْنِ اِخْتَصَمَا اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَضٰی لِلْمُحِقِّ عَلَی الْمُبْطِلِ قَالَ الْمَقْضِیُّ عَلَیْهِ لَا اَرْضٰی فَقَالَ صَاحِبُهٗ فَمَاتُرِیْدُ؟ قَالَ اَنْ نَذْهَبَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ فَذَهَبَا اِلَیْهِ فَقَالَ الَّذِیْ قَضٰی لَهٗ قَدِ اخْتَصَمْنَا اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَضٰی لِیْ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَنْتُمَا عَلٰی مَا قَضٰی بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَبٰی صَاحِبُهٗ اَنْ یَّرْضٰی فَقَالَ نَاْتِیْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ الْمَقْضِیُّ لَهٗ قَدِ اخْتَصَمْنَا اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَضٰی لِیْ فَاَبٰی اَنْ یَّرْضٰی فَسَاَلَهٗ عُمَرُ بْنِ خَطَّابِ فَقَالَ کَذٰلِکَ فَدَخَلَ عُمَرُ مَنْزِلَهٗ وَخَرَجَ وَالسَّیْفُ فِیْ یَدِهٖ قَدْ سَلَّهٗ فَضَرَبَ بِهٖ رَاْسَ الَّذِیْ اَبٰی اَنْ یَّرْضٰی فَقَتَلَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فَلَا وَ رَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ الْاٰیَةُ. (تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ: حضرت عتبہ بن ضمرہ روایت کرتے ہیں کہ دو شخص (ایک یہودی تھا دوسرا بظاہر مسلمان تھا یعنی منافق) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا جھگڑا لے کر گئے آپ نے جو سچا (یہودی) تھا اس کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ جس کے خلاف (منافق) فیصلہ ہوا تھا وہ بولا کہ میں اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوں، اس کے ساتھی نے کہا کہ اب کیا چاہتے ہو اس نے کہا آؤ ابوبکر صدیقؓ کے پاس چلیں، جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے روداد مقدمہ سنائی کہ ہم اپنا جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر

گئے تھے آپ نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے تو ابوبکر صدیقؓ نے کہا تمہارا وہی فیصلہ ہے جو اللہ کے رسول ﷺ فرما چکے ہیں۔ اس کے بعد بھی اس کے ساتھی نے رضامندی سے انکار کیا اور کہا عمر بن خطابؓ کے پاس چلیں گے جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے روداد بیان کی کہ اللہ کے رسول ﷺ میرے حق میں فیصلہ کر چکے ہیں مگر یہ شخص اس پر راضی نہیں ہوتا، حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ کیا واقعہ اسی طرح ہے۔ تو اس نے کہا اسی طرح ہے۔ یہ سن کر وہ اندر تشریف لے گئے اور ہاتھ میں تلوار کھینچے ہوئے تشریف لائے اور جو شخص آپ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں تھا اس کا سر اُڑا دیا اسی پر یہ آیت **فَلَا وَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ** نازل ہوئی۔

ذرا غور کریں اور بتائیں کہ ہم میں سے کتنے لوگ واجب القتل ہیں۔ اس واقعہ کی خبر جب اللہ کے رسول ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ عمرؓ ایک ایمان والے کو قتل کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور واضح کر دیا کہ جس شخص کو حضرت عمرؓ نے قتل کیا تھا وہ ایمان والا تھا ہی نہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ عمرؓ نے حق و باطل میں فرق کر کے دکھایا بارگاہِ رسالت سے آپؓ کو فاروقؓ کا لقب عطا ہوا۔ رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ۔

دین اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا نام ہے:

۱) **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَطِیْعُو االلّٰہَ وَ اَطِیْعُو االرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْآ اَعْمَالَکُمْ**O (محمد: ۳۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

بظاہر اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت دو نظر آتے ہیں مگر حقیقتاً اطاعت رسول ہی کی ہے۔

۲) مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا o (النساء: ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے منہ پھیر لیا تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

اللہ کی اطاعت کس طرح کی جائے اس کا طریقہ بجز اس کے رسول کی اطاعت کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ اطاعت رسول ہی اطاعت الٰہی ہے۔ فرمایا گیا:

۳) قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ o (اٰل عمران: ۳۲)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ انکار کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

صیغۂ امر اطیعوا صرف ایک مرتبہ آیا ہے یعنی اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت ایک دوسرے سے الگ نہیں ہے۔

ہدایت پانا رسول ﷺ کی اطاعت پر مبنی ہے:

ا) قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْہِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْکُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُO

(النور: ۵۴)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم منہ پھیر لو تو سمجھ لو کہ جو بار رسول پر ڈالا گیا ہے وہ اس کے ذمہ دار ہیں اور جو بوجھ تم پر رکھا گیا ہے تم اس کے ذمہ دار ہو۔ اور اگر تم نے رسول کی اطاعت کی تو تمہیں ہدایت ملے گی اور رسول کی ذمہ داری پیغام صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ رسول کی حیثیت پوسٹ مین (ڈاکیہ) سے زیادہ نہیں ہے العیاذ باللہ۔ انہوں نے اللہ کی طرف سے پیغام پا کر ہم تک پہنچا دیا اور بس؟ اللہ تعالیٰ نے یہاں صاف فرما دیا اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہیں ہدایت ملے گی ورنہ تم ہدایت سے محروم رہو گے۔

فرائضِ رسالت کے تعلق سے چار جگہ آیتیں آئی ہیں۔ جس میں یہ صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ یہ رسول ہماری آیتیں تلاوت کر کے تمہیں سناتے ہیں تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تمہارا تزکیہ کرتے ہیں۔

سورۂ النحل میں فرمایا گیا۔

۲) وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَO

(النحل: ۴۴)

ترجمہ: اور یہ ذکر ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس کے احکامات خوب کھول کر بیان کریں اور وہ اس میں غور وفکر کریں۔

رسول اکرم ﷺ کی ذمہ داری کتاب اللہ کی تعلیم، تبیین اور تفسیر بھی تھی ورنہ لوگوں کے بہک جانے کا قوی امکان ہے۔ اور صرف تعلیم، تبیین، اور تفسیر پر ہی آپ کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی بلکہ عملی طور پر کر کے دکھانا بھی آپ کی ذمہ داری تھی۔ چنانچہ فرمایا گیا۔

۳) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: بلا شبہ رسول اکرم ﷺ کی زندگی تمہارے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے ملاقات کا اور قیامت کے دن کا خوف رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا بلند مقام:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ

الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌO

(الحجرات: ۱ تا ۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے سبقت نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور تم ان سے اس طرح زور سے باتیں نہ کیا کرو جس طرح سے تم آپس میں پکار کر باتیں کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

ان آیات کا شانِ نزول سنیے:

۱) **عَنْ اِبْنِ جُرَیْجٍ عَنْ اِبْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ زُبَیْرٍؓ اَخْبَرَھُمْ اَنَّہٗ قَدِمَ رَکْبٌ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍؓ اَمِّرْ قَعْقَاعِ بْنِ مَعْبَدٍ وَقَالَ عُمَرُؓ اَمِّرْ الْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍؓ مَا اَرَدْتَّ اِلَّا خِلَافِیْ قَالَ عُمَرُ مَااَرَدْتُّ خِلَافَکَ فَتَمَارَیَا حَتّٰی اِرْتَفَعَتْ اَلْاَصْوَاتُھُمَا فَنَزَلَ فِیْ ذَالِکَ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اَلَا تُقَدِّمُوْا...(بخاری)**

فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍؓ فَالَیْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَا اُکَلِّمُکَ اِلَّا کَاَخِی الْاَسْرَارِ فَمَا کَانَ یُسْمَعُ عُمَرُؓ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بَعْدَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ حَتّٰی یَسْتَفْھِمَہٗ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ بنی تمیم کا ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں آیا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا یا رسول اللہ قعقاع بن معبد کو ان کا

امیر بنائیے اور حضرت عمرؓ نے کہا کے اقرع بن حابس کو امیر بنائیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا تمہارا ارادہ تو میری مخالفت کرنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا ارادہ تمہاری مخالفت کرنا نہیں ہے۔ دونوں میں بحث ہوئی اور دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے قسم کھائی ہے کہ آپ سے آئیندہ ایسی گفتگو کروں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا حال یہ ہو گیا تھا کہ اس پست آواز سے باتیں کرتے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھنے کی ضرورت پڑتی کہ اے عمر تم کیا کہہ رہے ہو ذرا زور سے کہو۔

۲) عَنْ اَنَسٍ ؓ كَانَ ثَابِتُ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيْبَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ جَلَسَ ثَابِتٌ فِيْ بَيْتِهٖ وَ احْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَعْدَ بْنِ مُعَاذٍ مَاشَانُ ثَابِتٍ اَيَشْتَكِيْ هُوَ فَاَتَاهُ سَعْدُ فَذَكَرَ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ ثَابِتٌ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّيْ مِنْ اَرْفَعِكُمْ اَصْوَاتًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَنَامِنْ اَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدُابْنِ مُعَاذٍ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ . (مسلم)

فِيْ رِوَايَةٍ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًا وَ تُقْتَلَ شَهِيْدًا وَ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ .

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس قبیلۂ انصار کے

خطیب تھے جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو تو وہ اپنے گھر میں بیٹھے رہے اور مجلس نبوی ﷺ میں آنے سے اپنے آپ کو روک لیا۔ نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا کہ ثابت کا کیا حال ہے کیا وہ بیمار ہو گیا ہے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ حضرت ثابتؓ کے پاس آ کر یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہیں پوچھ رہے ہیں، حضرت ثابتؓ نے فرمایا کہ ایسی آیت نازل ہوئی ہے اور تم سب جانتے ہو کہ میری آواز نبی کی آواز سے بلند ہو جاتی ہے۔ اور میں اہل جہنم میں سے ہوں۔ حضرت سعدؓ نے نبی ﷺ سے ثابت کا حال سنایا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا نہیں وہ تو اہل جنت میں سے ہے۔ (مسلم)

دوسری روایت میں ہے کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ تیری زندگی اچھی گزرے اور تجھے شہادت کی موت نصیب ہو اور جنت کا داخلہ ملے۔ حضرت ثابتؓ نے فرمایا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کی بشارت پر خوش ہوں۔

آپ کے وفات کے بعد بھی مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کی ممانعت:

عَنِ السَّآئِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کُنْتُ نَآئِمًا فِی الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِیْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَاھُوَعُمَرُ بْنُ خَطَّابِ فَقَالَ اِذْھَبْ فَاْتِیْنِیْ بِھٰذَیْنِ فَجِئْتُہٗ بِھِمَا قَالَ مَنْ اَنْتُمَا اَوْ مِنْ اَیْنَ اَنْتُمَا قَالَا مِنْ اَھْلِ الطَّآئِفِ قَالَ لَوْ کُنْتُمَا مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ لَاَوْجَعْتُکُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَکُمَا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

(بخاری)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزیدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں سویا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھے کنکری ماری میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے انہوں نے فرمایا جاؤ ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ (جو آواز بلند کر رہے ہیں) میں ان دونوں کو ان کے پاس لے کر آیا انہوں نے فرمایا تم کون لوگ ہو یا یہ فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں ۔ فرمایا اگر تم مدینے کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ تم مسجدِ نبوی میں آواز بلند کرتے ہو۔

محمد ﷺ اللہ کے حبیب ہیں جو اللہ کا محبوب ہونا چاہتا ہے وہ آپ کی پیروی کرے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (اٰل عمران: ۳۱)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا' اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

حدیث: **عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.** (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی

شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

اطاعت رسول کے بغیر جنت کا داخلہ ممکن نہیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کُلَّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّامَنْ اَبیٰ قِیْلَ وَمَنْ اَبیٰ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبیٰ . (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری تمام امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جو میرا انکار کرنے والے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ انکار کرنے والے کون ہیں؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی وہ میرا انکار کرنے والا ہے۔

آپ کی عصمت کے خلاف وسوسہ بھی ہلاکت خیز ہے:

اَخْبَرَنِیْ عَلِیُّ بْنِ حُسَیْنٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ صَفِیَّۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَخْبَرَتْہٗ اَنَّھَا جَاءَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم تَزُوْرُہٗ فِیْ اِعْتِکَافِہٖ فِی الْمَسْجِدِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمْضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَہٗ سَاعَۃً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَعَھَا یَقْلِبُھَا حَتّٰی اِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَۃَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَھُمَا النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلیٰ رِسْلِکُمَا اِنَّمَا ھِیَ صَفِیَّۃُ بِنْتُ حُیَیٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ

النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَّقْذِفَ فِیْ قُلُوْ بِکُمَا شَیْئًا فَتَھْلِکَا (بخاری)

ترجمہ: حضرت علی بن حسینؓ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت صفیہؓ بیان کرتی ہیں کہ وہ حضور ﷺ سے ملاقات کے لئے مسجد تشریف لائیں جبکہ آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں تھے۔ کچھ دیر باتیں کر کے کھڑی ہوگئیں۔ نبی ﷺ انہیں رخصت کرنے کے لئے مسجد کے اس دروازہ تک جو ام سلمہؓ کے دروازے تک ہے پہنچے۔ انصار کے دو صحابی وہاں سے گزرے اور حضور ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو سنو یہ جو عورت تھیں وہ صفیہ بنت حُیی (ام المومنین) تھیں۔ دونوں کو یہ بات گراں گزری اور کہا سبحان اللہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں۔ تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا بے شک شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا رہتا ہے۔ میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں شیطان تمہارے دلوں میں میرے خلاف کوئی چیز ڈال دے اور پھر تم ہلاک ہو جاؤ۔

مقامِ تشریع:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ یَآ یُّھَاالنَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَیْکُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ اَکُلَّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَسَکَتَ حَتّٰی قَا لَھَا ثَلَاثَا فَقَالَ لَوْقُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَ لَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِیْ مَاتَرَ کْتُکُمْ فَاِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِکَثْرَۃِ سُوَالِھِمْ وَ اخْتِلَافِھِمْ عَلٰی

اَنْبِيَـائِهِـمْ فَاِذَااَمَرْتُكُمْ بِشَىْ ءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَااسْتَطَعْتُمْ وَاِذَانَهِيْتُكُمْ عَنْ شَىْءٍ فَدَعُوْهُ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو تحقیق کہ اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے پس حج کرو پھر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال ہم حج کریں یا رسول اللہ ﷺ تین مرتبہ اس نے یہ بات دہرائی، اللہ کے رسول خاموش رہے پھر فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال تم پر حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑ دوں۔ تم سے پہلی قومیں اپنے انبیاءؑ سے زیادہ سوالات اور اختلافات کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔ جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو تم میں جتنی استطاعت ہے بجالاؤ اور جب میں کسی چیز سے منع کروں تو تم رک جاؤ۔

ایذائے رسول اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِىْ اَصْحَابِىْ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِىْ اَصْحَابِىْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِىْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّىْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِىْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَا نِىْ وَمَنْ اٰذَا نِىْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ (ترمذی)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں، اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے

بارے میں میرے بعد انہیں طعن اور تنقید کا نشانہ مت بناؤ۔ جو ان سے محبت کرتا ہے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے۔ جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی جس نے مجھ ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ کو ایذا دی عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی گرفت کریں گے۔

معجزات نبی ﷺ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ ﷺ مَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَامِثْلُه' اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهُ وَحْیًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کو خاص معجزات عطا نہ کئے گئے ہوں جن کے مناسب لوگ ان پر ایمان لائے۔ جو خاص معجزہ مجھے عطا ہوا ہے وہ وحی الٰہی (قرآن مجید) ہے۔ جو اللہ نے مجھ پر نازل کی ہے۔ اس لئے میں اُمید کرتا ہوں قیامت کے دن تمام انبیاء کے پیرو سے میری اتباع کرنے والے زیادہ ہونگے۔

تمام انبیاء کے معجزات ان کی ذات تک تھے ان کے چلے جانے کے بعد وہ باقی نہ رہے۔ ہمارے نبی ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ اللہ کا کلام (قرآن مجید)

ہے۔ جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ کلام اللہ، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اللہ کے ساتھ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ذکر قرآن میں جگہ جگہ کرتے ہیں۔

۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا O قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا O مَاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا O (الکھف: ۳، ۱)

ترجمہ: سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی بھی کجی نہیں رکھی بالکل سیدھی اور ٹھیک اتاری تا کہ وہ ایک سخت عذاب سے جو خدا کی طرف سے ہوگا ڈرائے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی بشارت دے کہ ان کو اچھا بدلہ ملے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۲) تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا O (الفرقان:۱)

ترجمہ: بڑی برکت والی ہے وہ ذات جو اپنے بندے پر فرقان (قرآن مجید) نازل فرمائی تا کہ وہ تمام عالم کو ڈرانے والا ہو۔

معراج معجزات کا مجموعہ ہے:

ہمارے نبی ﷺ کا خاص امتیاز تمام انبیاء میں یہ کہ آپ ﷺ کو معراج کا سفر کرایا گیا۔ معراج صرف ایک معجزہ نہیں بلکہ بے شمار معجزات کا مجموعہ ہے۔

۱) سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ O (بنی اسرائیل: ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات (اللہ تعالیٰ) جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے گرد ہم نے ہر قسم کے برکتیں رکھی ہیں۔ تا کہ اس بندے کو ہم اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰیO عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰیO عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰیO اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰیO مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰیO لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰیO (نجم: ۱۳ تا ۱۸)

ترجمہ: بلاشبہ انہوں (نبی ﷺ) نے اس فرشتے کو اصلی شکل میں ایک اور مرتبہ بھی دیکھا، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، کہ جس قریب جنتُ الماویٰ ہے۔ اس وقت بیری کے درخت پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ ان کی نگاہ نہ ٹیڑھی ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

مجھے اس وقت معراج اور اسراء کی تفصیلات بیان کرنا نہیں ہے بس اشارہ ہی کر دینا کافی ہے۔ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں یہ بات لکھی ہے کہ نبی ﷺ معراج میں جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا کون سا لقب اور صفت آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے عبدیت اور تیرا بندہ ہونا سب سے زیادہ پسند ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے معراج کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے آپ کے لئے بندہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(سبحان الذی اسریٰ بعبدہ۔۔۔)

نبی کریم ﷺ کے امتیازی خصوصیات:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضَ مَسْجِدًا وَطَھُوْرًاوَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ.

(راوہ مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دوسرے انبیاء کے مقابلے میں چھ(٦) باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔
١) مجھے جامع الکلمات عطا کئے گئے۔ ٢) رعب سے میری مدد کی گئی۔
٣) مال غنیمت کو میرے لئے حلال قرار دیا گیا۔٤) ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاک بنادی گئی۔ ٥) تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مجھے بھیجا گیا ہے۔٦) مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

تمام خوبیاں اور معجزات جو انبیائے کرام کو دئے گئے تھے آپ کے لئے جمع کر دئے گئے۔

؎ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ ﷺ بشر کامل ہیں ۔آپ ﷺ تمام بندوں میں اللہ تعالیٰ کے کامل ترین بندے ہیں ۔آپ ﷺ تمام رسولوں میں سب سے افضل ہیں اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ ختم فرمایا۔آپ ﷺ کی مدح وثنا کسی انسان سے ممکن نہیں ہے۔کہنے والے نے بالکل صحیح کہا ہے

؎ لایمکن الثنا ء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(آپ کی تعریف کما حقہ' بیان میں نہیں آسکتی۔قصہ مختصر کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کی ذاتِ گرامی سب سے بڑی ہے)۔

آخر میں آپ کی بزرگی اور فضیلت کا بیان سننے کے بعد ہم پر یہ لازم ہوتا ہے کہ آپ کی پوری اتباع کریں، آپ کے نقشِ قدم پر چلیں جو دین آپ لائے ہیں اُسے دانتوں سے پکڑیں۔ دل و جان سے آپ سے محبت کریں ۔آپ کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ صحابہ اور آپ کے اہل بیت سے محبت رکھیں۔آپ کے لائے ہوئے دین کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگادیں۔

؎ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں ۔

باسمہٖ تعالیٰ

(مجلسِ معرفت(۸)

قیادت ملت کی احتساب کی ضرورت

تمام امور میں مسلمانوں کا نظام زندگی اجتماعی ہے۔حتیٰ کہ عبادات میں بھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

یٰٓاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوْا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا o صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

(النساء: ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو بھی تم میں صاحب امر ہوں پھر اگر تم کسی بات میں باہمی جھگڑنے لگو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹایا کرو بشرط یہ کہ تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو۔یہی طریقہ بہتر ہے اور اسی کا انجام بہتر ہے۔

اے ایمان والو تم اللہ کی اور اس رسول کی اور جو تم میں صاحب امر ہوں چاہے وہ علماء ہوں یا امراء ہوں کی اطاعت کرو۔اور تم میں اور اولی الامر میں کوئی اختلاف ہو تو اس بات کو اللہ تعالیٰ یعنی اس کی کتاب (قرآنِ مجید) اور اللہ کے

رسول یعنی سنتِ رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو یعنی پیش کرو تمہارے اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے کا یہی تقاضہ ہے، دنیا کے لحاظ سے بھی یہی طریقہ بہتر ہے اور آخرت میں اس کا انجام خوش آئیند ہے۔

حدیث: عَنْ عَلِيٍّ ؓ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَرِيَةً وَّاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا خَرَجُوْا وَجَدَ عَلَيْهِمْ فِيْ شَيْءٍ قَالَ : فَقَالَ لَهُمْ اَلَيْسَ قَدْ اَمَرَ كُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تُطِيْعُوْنِيْ؟ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاجْمَعُوْا اِلَيَّ حَطَبًا ثُمَّ دَعَا بِنَارٍ فَاضْرَمَهَا فِيْهِ ثُمَّ قَالَ : عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ لَتَدْ خُلُنَّهَا قَالَ : فَقَالَ لَهُمْ شَابٌّ مِنْهُمْ اِنَّمَافَرَرْتُمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ النَّارِ فَلَا تَعَجَّلُوْا حَتّٰى تَلْقَوْارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاِنْ اَمَرَ كُمْ اَنْ تَدْ خُلُوْ هَا فَادْخُلُوْ هَا قَالَ فَرَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ لَهُمْ لَوْ دَخَلْتُمُوْ هَا مَا خَرَجْتُمْ مِنْهَا اَبَدًا اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ

(ابن کثیر جلد اول)

ترجمہ: حضرت علی ابن طالب ؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ ؓ کی ایک جماعت کو دشمنوں کی طرف روانہ کیا اور انصار کے ایک شخص کو ان پر امیر مقرر کیا۔ جب وہ سریہ (جس جہاد میں آپ ﷺ شریک رہے وہ غزوہ کہلاتا ہے اور کس جہاد میں آپ ﷺ نے صرف صحابہ کرام ؓ کو بھیجا وہ سریہ کہلاتا ہے) میں نکلے تو جس شخص کو امیر بنایا گیا تھا انہیں اپنے ساتھیوں پر کسی بات پہ غصہ آگیا انہوں نے

ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا اللہ کے رسول نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا انہوں نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ امیر نے حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو پھر کہا آگ لے کر آؤ اور ان لکڑیوں میں آگ لگائی پھر ساتھیوں سے کہا میں حکم دیتا ہوں کہ تم سب اس میں کود پڑو۔ ایک نوجوان ساتھی نے ان سے کہا کہ تم لوگ تو دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہو، عجلت مت کرو جب تک اللہ کے رسول سے پوچھ نہ لو یہ کام مت کرو۔ اگر اللہ کے رسول حکم دیں آگ میں داخل ہونے کا تو داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ لوگ اللہ کے رسول کی خدمت میں آئے اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے ان سے کہا ''اگر تم آگ میں داخل ہوتے تو تمہیں کبھی بھی نکلنا نصیب نہ ہوتا۔ امیر کی اطاعت صرف معروف باتوں میں ہے۔

حدیث: عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رض عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْ مَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمَعَ وَلَا طَاعَةَ. (متفق علیہ)

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان مرد پر امیر کی بات سننا اور عمل کرنا فرض ہے چاہے وہ بات اس کی پسندیدہ ہو یا پسندیدہ جب تک کسی معصیت (شریعت کی خلاف ورزی) کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو ہرگز نہ وہ بات سنی جائے گی اور اس کی اطاعت کی جائے۔

حدیث: قَالَ عُمَرَ بْنِ خَطَّابؓ لا تَغَالُوْ افِیُ مُهُوْرِ النِّسَاءِ فَقَالَتْ اِمْرَاةٌ لَیْسَ ذَالِکَ لَکَ یَا عُمَرَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ وَ اٰتَیْتُمْ اِحْدَ اهُنَّ قِنْطَارًا مِنْ ذَهْبٍ فَقَالَ عُمَرُؓ اِنَّ اِمْرَاةً خَاصَمَتْ عُمَرَ فَخَصَمَتْهُ ' اِمْرَاةٌاَصَابَتْ وَ رَجُلٌ اَخْطَاءَ. (ابن کثیر صفحہ ۴٦٧ / جلد اول)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا عورتوں کے بہت زیادہ مہر مت باندھو (ورنہ زیادہ رقم میں بیت المال میں جمع کردونگا' زیادہ مہر کوئی عزت اور بزرگی کی علامت نہیں ہے)

ایک خاتون کھڑی ہوگئی اور کہا ''اے عمر آپ کو مہر پر پابندی لگانے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں اگر تم کسی بیوی کو ڈھیروں سامال (قنطار) دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو۔'' عمرؓ نے فرمایا ایک عورت نے عمر سے جھگڑا کیا اور اس کو مغلوب کردیا۔ مزید فرمایا عورت کی رائے صحیح نکلی اور مرد سے خطا ہوگئی۔

حضرت عمرؓ کا یہ واقعہ بہت مشہور ہے آپ نے ایک مرتبہ خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا اور پوچھا کہ '' لَوْ مِلْتُ عَنِ الْحَقِّ شَیْئًا فَمَا تَفْعَلُوْنَ؟ '' (ترجمہ: اگر میں حق سے ذراہٹ جاؤں تو تم کیا کروگے؟) اسی وقت ایک صحابی تلوار لیکر اُٹھے اور کہا: '' لَنُقِیْمَنَّکَ بِهٰذَا السَّیْفِ''

ترجمہ: ہم آپ کو اس تلوار کے ذریعے سیدھا کردینگے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا الحمدللہ، اللہ کا شکر ہے کہ میرے دوستوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو میری کجی کو درست کر سکتے ہیں۔اب مجھے بے فکری ہے کہ میں ان شاء اللہ حق سے نہ ہٹونگا۔

مشہور شیخ طریقت حضرت سید احمد شہیدؒ رائے بریلی جو اصطلاحی عالم نہیں تھے مگر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، مولانا عبدالحیؒ جیسے اکابر علماء ان سے بیعت تھے۔آپ نے علماء سے یہ فرمایا تھا کہ جو بھی ان سے غلطی ہو فوراً بتا دیا کریں۔

مسلم قوم کی قیادت کا احتساب نہ کیا جائے تو ملت گمراہ ہو جائے گی۔ ہر زمانے میں اس احتساب کی ضرورت رہی اور آج کے اس پر فتنً دور میں احتساب کی سخت ضرورت ہے۔ والدین ہوں، خاندان کے بزرگ ہوں، جماعت اور سماج کے پنچ ہوں ،صدر وسیکریڑی ہوں ، دین کے علماء وفقہا ہوں ، نفس کی اصلاح کرنے والے شیخ یا مرشد ہوں ان سب کی بات اس وقت تک مانی جائے گی جب تک قرآن اور سنت کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو۔اگر شریعت کی خلاف ورزی ہوتی ہو تو ان کی بات رد کر دی جائے گی ۔امام الفقہا امام اعظم ابو حنیفہ کا مشہور مقولہ ہے ''**کہ ہماری بات کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر پرکھ کر دیکھو اگر خلاف ہو تو پتھر پر دے مارو۔**''

اللہ تعالیٰ کی تنبیہ: یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْ کُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ

الذَّھَبَ وَ الْفِضَّۃَ وَلَا یُنفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍO

(التوبہ:۳۴)

ترجمہ: اے ایمان والو بے شک اہل کتاب کے بہت سے علماء اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو مخاطب کر کے جب یہ بات سنائی ہے تو ضرور اس امت میں ایسے علماء اور مشائخ کے پیدا ہونے کی پیش گوئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی پیش رو اُمّتوں (اہل کتاب) کے قدم بہ قدم چلو گے۔ یہ ایک حقیقت ہے، کہ خیر القرون کے بعد علماءسو اور جھوٹے مشائخ کا وجود اس امت میں رہا اور آج تک پایا جاتا ہے۔ اُمت کی گمرہی کا ایک اہم سبب یہی علماءسو اور جھوٹے مشائخ ہیں۔

حضرت عمرؓ کا انتباہ:

حدیث: عَنْ زِیَادِ بْنِ حُدَیْرٍ قَالَ قَالَ لِیْ عُمَرَ ھَلْ تَعْرِفُ مَایَھْدِمُ الْاِسْلَامَ قُلْتُ لَا قَالَ یَھْدِمُہٗ زَلَّۃُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْکِتَابِ وَحُکْمُ الْاَئِمَّۃِ الْمُضِلِّیْنَ　　(رواہ مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت زیاد بن حدیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا، کیا

تو جانتا ہے کہ اسلام کی عمارت کو کیا چیز ڈھا دیتی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا، تو آپ نے فرمایا کہ اسلام کی عمارت کو ڈھا دیتی ہیں۔ (تین چیزیں)

۱) عالم کا پھسل جانا

۲) منافقین کا کتاب اللہ میں ناحق جدال کرنا

۳) گمراہ سرداروں کا حکم چلانا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا انتباہ: عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا

وَھَلْ اَفْسَدَ الدِّیْنَ اِلَّاالْمَلُوْکَ وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُھْبَانُھَا

ترجمہ: ملت میں بگاڑ تین طبقوں کے بگڑنے سے آتا ہے

۱) بگڑے ہوئے امراء

۲) بُرے علماء

۳) جھوٹے مشائخ

اللہ تعالیٰ کی تنبیہ حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن مبارکؒ کے انتباہ کے بعد امت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی سیاسی، سماجی، مذہبی اور دینی قیادت کا برابر احتساب کرتی رہے ذرا سا بھی مداہنت اور ڈھیل امت کے لئے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ امت کو غلط قسم کی قیادت سے بچا کر صحیح رہنماؤں کی سرپرستی عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت(۹)

حق پرستی

امت کا سرسری جائزہ لینے سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ بڑی حد تک امت میں حق پرستی کا فقدان پایا جاتا ہےاور اہل حق اقل قلیل تعداد میں ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ بِہٖ جِنَّۃٌ ؕ بَلۡ جَآءَ ھُمۡ بِالۡحَقِّ وَاَکۡثَرُ ھُمۡ لِلۡحَقِّ کٰرِھُوۡنَ۝ وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَھۡوَآ ءَ ھُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِیۡھِنَّ ؕ بَلۡ اَتَیۡنٰھُمۡ بِذِکۡرِھِمۡ فَھُمۡ عَنۡ ذِکۡرِھِمۡ مُعۡرِضُوۡنَ۝صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

(المؤمنون: ۷۰، ۷۱)

ترجمہ: کیا یہ لوگ رسول ﷺ کی شان میں یہ کہتے ہیں کہ ان کو جنون ہے، بات یہ نہیں ہے بلکہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں اور یہ لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں، اگر دین حق ان کی خواہشات کے تابع ہو جاتا تو آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب درہم برہم ہو جاتا، بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت لے کر آئے ہیں اور وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

کیا یہ لوگ رسول ﷺ کی شان میں یوں کہتے ہیں کہ ان کو جنون ہے۔ رسول کی طرف جنون اور دیوانگی کو منسوب کرتے ہیں یوں نہیں بلکہ رسول ان کے

پاس حق بات لے کر آئے ہیں اور یہ حق بات سے نفرت کرتے ہیں یعنی پیغمبر کو نہ جنون ہے نہ دیوانگی، وہ تو دین حق لے کر آئے ہیں اور دین حق کا پرچار کر رہے ہیں۔دین حق کے منکروں کی یہ حالت ہے کہ اکثر لوگ آپ سے نفرت کرتے ہیں۔حق کی اشاعت ان کے لئے ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ کچھ لوگ تکبر اور برادری کا لحاظ کر کے ایمان نہیں لاتے۔دین حق کے منکروں کی خواہش یہ ہے کہ دین حق ان کی خواہشات کا پیرو ہو جائے اور جو یہ چاہیں دین بھی ویسا ہو جائے، اگر خدانخواستہ دین حق ان کی خواہشات باطلہ کا تابع ہو جائے تو زمین، آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب درہم برہم ہو جائے گا۔حق ان کی خواہشات باطلہ کا تابع ہو جائے تو پھر وہ حق ہی کہاں رہا؟ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے حق بات کی نصیحت ان تک پہنچادی ہے اور یہ لوگ اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ (سورۃ الزخرف ۷۷،۷۸)

ترجمہ: (اہل جہنم) دوزخ کے داروغہ کو پکار کر کہیں گے اے مالک کسی طرح تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے۔اور مالک یہ جواب دینگے کہ تم کو ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے۔ بلاشبہ ہم حق لے کر آئے ہیں، لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو بات اہل کفر اور اہل نار سے فرمائی ہے اسی کا مشاہدہ آج

ایمان کا دعویٰ کرنے والی امت میں ہو رہا ہے۔ اکثر لوگ حق سے نفور باطل کے پیروکار بلکہ باطل کے علم بردار بنے ہوئے ہیں!!

اللہ کے اسم حق کا تقاضہ:

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک نام الحق ہے اس اسم کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی حق کو قبول کرے، حق بات کہے، حق پر عمل کرے، حق کے لئے جیئے، حق کے لئے مرے اور اپنی ساری چیزیں حق کے لئے وقف کردے۔

حق کی مثال:

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِیَةٌۢ بِقَدَرِ ھَا فَاحۡتَمَلَ السَّیۡلُ زَبَدًارَّابِیًا ؕ وَمِمَّا یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡهِ فِی النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡیَةٍ اَوۡمَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثۡلُهٗ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَایَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ۝ (الرعد: ۱۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا اور نالے اپنے اندازے کے مطابق بہہ نکلے اور سیلاب کا پانی پھولے ہوئے جھاگ اور خس وخاشاک کو اُپر اُٹھا لایا اور جن دھاتوں کو زیور اور سامان بنانے کی غرض سے لوگ آگ میں پگلاتے ہیں ان میں بھی ایسا ہی جھاگ اُوپر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی اس طرح مثال بیان کرتا ہے جو جھاگ اور میل کچیل ہے وہ پھینک دیا جاتا ہے۔ اور جو کچھ

لوگوں کے نفع کی چیز ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔

دنیا کی زندگی میں ثبات اور پائداری حق ہی کو ہوتی ہے اور آخرت کی زندگی میں تو صرف حق ہی حق غالب رہے گا۔ عارضی طور پر باطل کے غلبے سے اہل حق کو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔

حق کی راہ پر چلنے کے لئے تین شرطیں:

۱) آدمی حق پرست ہو۔

۲) رزق حلال کا اہتمام کرنے والا ہو۔

۳) صحیح النسب ہو۔

جو صحیح النسب نہیں ہے چونکہ حق اس کے مزاج کے موافق نہیں ہوتا اس لئے وہ حق کو قبول نہیں کرتا۔حدیث میں ولدالزنا کو شر الثلثہ یعنی تین بُروں میں برا فرمایا گیا ہے۔

آدمی کو نفس پرست، فرقہ پرست، جماعت پرست، شخصیت پرست، نہیں ہونا چاہئے بلکہ حق پرست ہونا چاہئے۔ ناحق کسی کی تائید کرنا عصبیت کہلاتا ہے جس کی احادیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔

۱) **وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا الْعَصْبِیَّةُ قَالَ اَنْ تُعِیْنُ قَوْمَکَ عَلَی الظُّلْمِ** (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت واثلہؓ سے روایت ہے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ عصبیت کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا تو اپنی قوم کی ناحق بات پر مدد کرے۔

۲) وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلَی الْعَصَبِیَةِ لَیْسَ مِنَّا مِنْ قَاتَلَ عَصَبِیَةً لَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَةٍ ۔

(رواہ' ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت پر لڑے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت پر مرے۔

۳) وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَّصَرَ قَوْمَہ' عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَھُوَ یَنْزِعُ بِذَنْبِہٖ. (رواہ' ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی قوم کی ناحق پر مدد کرے وہ اُونٹ کے مانند ہے جو گڑھے میں گرا ہے اور یہ شخص اس کی دم پکڑے ہوئے گڑھے میں کھینچا جا رہا ہے۔

۴) وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَ یُصِمُّ.

(رواہ' ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تیرا کسی سے محبت کرنا (تجھے) اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

راہ حق پر چلنے کے لئے دوسری اہم چیز رزق حلال ہے:

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَ بَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَءَ لِدِيْنِهٖ وَ عِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِى الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِى الْحَرَامِ كَا لرَّاعِىْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِى الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِىَ الْقَلْبُ. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت نعمان ابن بشیرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور درمیان میں کچھ چیزیں مشتبہ ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص شبہات سے بچا وہ اپنے دین وعزت کو بچالیا، اور جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑے گا۔ جس طرح کوئی چرواہا (اپنے جانوروں کو) ممنوع چراگاہ کے اطراف چرائے گا تو قریب ہے کہ وہ جانور ممنوع چراگاہ میں گھس جائے۔ خوب سن لو ہر بادشاہ کی ایک ممنوع چراگاہ ہے۔ خوب سن لو کہ اللہ کی ممنوع چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ خوب سن لو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر سدھر جاتا ہے تو سارا انسان سدھر جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا انسان بگڑ جاتا ہے، خوب سن لو کہ وہ انسان کا دل ہے۔

صلاح بدن صلاحِ قلب پر موقوف پر ہے۔صلاحِ قلب کے لئے غذائے حلال ضروری ہے۔اس کے بغیر دل کی صفائی نہیں ہوسکتی۔اور اس شخص سے اچھے اعمال صادر نہیں ہوتے۔

مال حرام کی کثرت نے لوگوں کو قبول حق سے محروم کردیا ہے:

میت کے ترکہ میں سے تجہیز و تکفین، کوئی قرض اس کے ذمہ ہو تو، اگر اس نے وصیت کی ہو تو ایک تہائی مال میں ادا کرنے کے بعد میراث کو شرعی طور پر تقسیم کرنا ضروری ہے۔ورنہ وہ مال حرام ہے۔سو میں بمشکل ایک متوفیٰ کا بھی ترکہ شرعی طور پر تقسیم نہیں ہوتا! بہت سے لوگوں نے ناجائز زمینوں پر قبضہ جما رکھا ہے۔بعض ملازمتیں مثلاً بینکوں کی اور بار ہوٹلوں کی تو حرام ہیں۔نااہل ہونے کی صورت میں رشوت دے کر ملازمتیں حاصل کی جاتی ہیں۔جائز ملازمتوں میں بھی اصول مقررہ (Service Rules)، اوقات کی پابندی، خدمت کی نوعیت وغیرہ پر عمل کرنے والے بہت کم ہی ہوتے ہیں۔اوقاف کے مال میں جو افراتفری ہو رہی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔دینی کاموں کے لئے شرعی اُصولوں کو نظرانداز کر کے چندے وصول کئے جاتے ہیں۔ان سب وجوہات کی وجہ سے حرام مال ہمارے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، ہمارے خون اور گوشت کا ایک حصہ بنا ہوا ہے۔یہ چیز ہم کو دنیا میں قبول حق میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے اور آخرت میں جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

اللهم ارنا الحق حقًا ورزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلًا و رزقنا اجتنابه۔

ترجمہ: اے اللہ حق کو ہم پر واضح کر دے اور اس پر چلنے کی توفیق دے، اور باطل کو ہم پر خوب واضح کر دے اور اس سے بچنے کو توفیق عطا فرما۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت (۱۰)

نفع لازمی اور نفع متعدی میں ترجیح

اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ انشراح میں اپنے نبی ﷺ سے فرماتے ہیں ۔

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ○وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ○صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

(الم نشرح:۷، ۸)

ترجمہ: اور آپ جب خلق کی خدمت سے فرصت پائیں تو محنت کیا کیجئے ۔اور اپنے پروردگار ہی کی جانب رغبت رکھئے ۔

تفسیر عثمانی:

جب خلق کے سمجھانے سے فراغت پائے تو خلوت میں بیٹھ کر محنت کر، تا کہ مزید یسر کا سبب بنے اور اپنے رب کی طرف بلا واسطہ متوجہ ہو۔ خلق کو سمجھانا اور نصیحت کرنا آپ کی عالیٰ ترین عبادت تھی لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا۔ مطلوب یہ ہے کہ ادھر سے ہٹ کر بلا واسطہ بھی متوجہ ہونا چاہئے ۔

صفوہ التفاسیر:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ: اَیْ فَاِذَا فَرَغْتَ یَا مُحَمَّدُ مِنْ دَعْوَۃِ الْخَلْقِ فَاجْتَھِدْ فِیْ عِبَادَۃِ الْخَالِقِ وَاِذَا اِنْتَھَیْتَ مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْیَافَا تْعَبْ

نَفۡسَکَ فِیۡ طَلَبِ الۡاٰخِرَۃِ (ترجمہ: اے محمد ﷺ جب آپ خلق کی دعوت سے فارغ ہوں تو خالق کی عبادت میں خوب محنت کیجئے دنیا کے کاموں سے فارغ ہوں تو آخرت کی طلب میں اپنے آپ کو پوری طرح لگا دیجئے۔

وَاِلیٰ رَبِّکَ فَارۡغَبۡ : اَیۡ اَجۡعَلۡ ھَمَّکَ وَرَغۡبَتَکَ فِیۡمَا عِنۡدَ اللّٰہِ لَا فِیۡ ھٰذِہِ الدُّنۡیَا الۡفَانِیَۃِ .

(ترجمہ: دنیائے فانی کی چیزوں سے قطع نظر کر کے اپنی فکر اور رغبت کو جو اللہ کے پاس ہے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیجئے)

تفسیر ابن کثیر

اِذَا فَرَغۡتَ مِنۡ اُمُوۡرِ الدُّنۡیَا وَاَشۡغَالِھَاوَقَطَعۡتَ عَلَائِقُھَا فَانۡصَبۡ اِلَی الۡعِبَادَۃِوَقُمۡ اِلَیۡھَا نَشِیۡطًا فَارِغَ الۡبَالِ وَاَخۡلِصۡ لِرَبِّکَ النِّیَۃَ وَالرَّغۡبَۃَ.

(ترجمہ: جب آپ کو دنیاوی امور اور معاملات سے فراغت ہو اور دنیاوی تعلقات سے یکسوئی ہو تو عبادت میں خوب محنت کیجئے۔ پورے ذوق وشوق سے اس کے آگے کھڑے رہئے (اللہ تعالیٰ کے حضور نماز میں) اور اپنی نیت اور چاہت کو اپنے رب کے لئے خالص کیجئے۔

مخلوق سے دو طرح کے تعلقات ہیں:

۱) دنیوی تعلقات

۲) دینی تعلقات

مخلوق سے تعلق چاہے دنیوی لحاظ سے ہو یا دینی لحاظ سے ہو یعنی دین کی دعوت و تبلیغ، تعلیم و تزکیہ، اصلاح و ارشاد، خدمت خلق یہ سب خالق سے بالواسطہ جوڑنے والی چیزیں ہیں۔

دین کی حقیقت کیا ہے: اللہ تعالیٰ سے بندے کا براہ راست اور بلا واسطہ تعلق جو صحیح بنیادوں پر قائم ہو یہی اصل مقصود اور سب سے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ جو لوگ تعلق مع الخلق کے ہر درجہ کو محمود اور مقصود سمجھے ہوئے ہیں علمی اور عملی غلطی کا شکار ہیں۔ گو کسی وقت کوئی عمل جو مقصود بالغیر ہوتا ہے، کسی ضرورت سے مقدم ہو جائے مگر جو عمل مقصود بالذات ہوتا ہے وہ تو مقصود بالذات ہی رہے گا۔ جیسے نماز مقصود بالذات ہے، پیشاب پیخانے کا تقاضہ ہو رہا ہو تو اس کو نماز پر مقدم کیا جائے گا۔

حدیث: **عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا حَضُرَتِ الصَّلٰوةُ وَكَانَ بِاَحَدِ كُمُ الْغَائِطِ فَلْيَبْدَأْ بِهٖ وَلْيُصَلِّىْ بَعْدُوَلَا يَاْتِ الصَّلٰوةَ وَ هُوَ يُدَافِعُ . (الطبرانی کبیر)**

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ارقم سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب نماز کا وقت ہو جائے اور کسی کو قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو پہلے اس سے فارغ ہو پھر نماز ادا کرے۔ قضائے حاجت کو روک کر نماز نہ پڑھے۔

بھوک شدید لگی ہو اور کھانا رکھا ہوا ہو تو پہلے کھانے کو مقدم کیا جائے گا:

حدیث: **عَنْ اِبْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وُضِعَ عَشَا ءُ**

اَحدِکُمْ وَاُقِیْمَتِ الصَّلوٰۃُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ وَلَا تَعَجَّلُوْ احتّٰی یَفْرُغَ مِنْہُ.
(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نماز کھڑی ہو اور کھانا رکھا گیا ہو (بھوک شدید ہو) تو پہلے کھانے سے فارغ ہو اور عجلت مت کرو یہاں تک کے کھانے سے فارغ ہو جاؤ۔

کسی صحابی نے کیا خوب فرمایا لَاَنْ یَکُوْنَ اَکْلِیْ کُلَّہُ صَلوٰۃً اَحبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ صَلوٰتِیْ کُلَّھَا اَکَلًا (میرا کھانا تمام نماز بن جائے یہ اس سے اچھا ہے کہ میری نماز کھانا بن جائے)

نماز روزہ سے جلد فارغ ہو کر مخلوق میں مشغول ہونا آیات کے مدلول کو اُلٹ دیتا ہے۔ تعلق مع الخلق مقصود بالذات نہیں ہے اس کو بالذات بنا لینا بڑی غلطی ہے۔ اصلاح خلق کا کام فرض کفایہ ہے اور اصلاح نفس اور تعلق مع اللہ فرض عین ہے۔ اصلاح خلق میں اللہ کی طرف توجہ بالواسطہ ہوتی ہے اور عبادتوں کے انجام دینے میں بلا واسطہ ہوتی ہے۔ نبی کی دو شانیں ہیں ایک شان نبوت اور دوسری شان ولایت، نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ شان نبوت کی وجہ سے نبی اصلاح خلق کا کام انجام دیتے ہیں اور بالواسطہ اپنے رب سے جڑتے ہیں۔ اصلاح خلق سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا گیا اپنے رب کی عبادت کے لئے خوب محنت کیجئے اور پوری توجہ اس پر صرف کیجئے۔ ان دو آیات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ کار نبوت و رسالت سے فراغت کے بعد عبادت اور توجہ الی اللہ

اصل کام ہے۔

حدیث ۱): وَعَنُ الْاَغَرِّ الْمُزْنِیُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰی قَلْبِیُ وَاِنِّیُ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ . (مسلم)

ترجمہ: حضرت اغرالمزنیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک میرے دل پر پردہ چھا جاتا ہے اور میں دن میں اللہ سے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

حدیث ۲): وَعَنُ الْاَغَرِّ الْمُزْنِیُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَآَيُّهَا النَّاسِ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ فَاِنِّیُ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ (مسلم)

ترجمہ: حضرت اغرالمزنیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو اللہ کے حضور توبہ کرو میں دن میں سو سو مرتبہ اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔

تعلق مع الخلق گو دعوت و اصلاح خلق ہی کیوں نہ ہو آپ ﷺ کے دل پر یہ غبار آتا تھا جس کے لئے آپ دن میں سو سو مرتبہ استغفار فرماتے تھے۔ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بلا واسطہ خالق کی عبادت و ذکر بالواسطہ تعلق (دعوت و اصلاح خلق) سے بڑھ کر مطلوب و مقصود ہے۔ مخلوق کی اصلاح سے جو تعلق پیدا ہوتا ہے وہ نفع متعدی ہے اور خالق سے براہ راست جو تعلق پیدا ہوتا ہے وہ لازمی نفع والا ہے۔ آیات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ نفع لازمی کو نفع متعدی پر ترجیح ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو دین کی اس حقیقت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت (۱۱)

کن لوگوں کے دلوں پر مہر لگتی ہے۔

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ط وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌo صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ (البقرۃ:۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

قرآن کریم میں چند ایسے گناہوں کا ذکر کیا گیا کہ ان کا ارتکاب کرنے والوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتے ہیں۔ ایک لفظ ''ختم'' ہے دوسرا ''طبع'' اور تیسرا ''رین'' ہے۔ رین سے مراد زنگ آلودا ہوجانا ہے۔ مہر اور طبع سے محض دلوں پر ٹھپا لگانا اور سکہ مارنا نہیں ہے، بلکہ ان کے دلوں کو ہدایت کے لئے ایسا بند کر دینا کہ کوئی چیز ہدایت کی اندر داخل نہ ہو اور اندر کی کوئی چیز (کفر) باہر نکل سکے۔ جس انگریزی زبان میں (Seal Off) کرنا کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں قبولیت حق کی استعداد اور صلاحیت رکھی ہے مگر جب کوئی شخص اپنے نفسانی خواہشات کی پیروی یا غلط ماحول کے اثرات کی وجہ سے تقاضۂ فطرت کے خلاف حق فراموشی، باطل پرستی، حق سے عناد

اور فساد کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو قانون قدرت یہ ہے کہ یہ قبولیت حق کی صلاحیت واستعداد گھٹتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ بالکل مٹ جاتی ہے۔ قلب کی یہی ظلمت کامل جو استعداد قبول حق کے فقدان کی دوسری تعبیر ہے۔ اس حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق وجود میں آتی ہے اس لئے ختم اور طبع (دلوں کو سیل کرنے) کے عمل کو اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ گویا کافر کے لفافۂ قلب پر اس ختم اور طبع کے لگ جانے سے اس کا کفر محفوظ اور مضبوط ہوگیا اور ایمان اس کے اندر داخل نہیں ہوسکتا۔

دلوں کو زنگ لگنا:

حدیث: وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَذْنَبَ کَانَتْ نُکْتَةٌ سَوْدَآءُ فِیْ قَلْبِهٖ فَاِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ زَادَ زَادَتْ حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَهٗ فَذَالِکُمُ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب ایمان والا بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر ہو جاتا ہے اگر توبہ اور استغفار کرتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اگر اور گناہ کرتا رہا تو سیاہ نقطہ زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کے پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ اسی کو زنگ لگنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہرگز نہیں یہ جو اعمال کر رہے

ہیں اس کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔

دلوں پر مہر لگنے کے اسباب:

(۱) کفر :

۱) فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء: ۱۵۵)

ترجمہ: آخر کار ہم نے ان کی عہد شکنی اور اللہ کے آیتوں کے کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں۔ (مختلف سزاؤں میں مبتلا کیا) ہر گز نہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی لہٰذا وہ ایمان نہ لائیں گے مگر بہت کم۔

۲) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

(البقرة:۶، ۷)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے حق میں برابر ہے خواہ ان کو آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

۳) تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ط كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ (الاعراف:۱۰۳)

ترجمہ: یہ چند بستیاں ہیں جن کے واقعات ہم آپ کو سنا رہے ہیں بلاشبہ ان بستیوں کے لوگوں کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر جن باتوں کو وہ پہلی دفعہ جھٹلا چکے تھے یہ نہ ہوا کہ وہ ان باتوں کو مان لیتے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کے دلوں کو مہر لگا دیتے ہیں۔

(۲) دنیا کی محبت:

ذَالِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ o اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ o (النحل: ۱۰۷، ۱۰۸)

ترجمہ: (غضب اور عذاب اس لئے ہوا) کہ انہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو عزیز رکھا اور بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی اور یہی لوگ ہیں جو بالکل غافل ہیں۔

(۳) عقل و سمجھ سے کام نہ لینا:

ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ o

(المنافقون: ۳)

ترجمہ: (ہم اس بنا پر یہ کہتے ہیں کہ منافقین) ایمان لائے پھر کفر کیا لہٰذا ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اب یہ حق بات کو نہیں سمجھتے۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ٥ (الروم: ۵۹)

ترجمہ : یوں مہر لگا دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے۔

(۴) تکبر واجبار:

اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ط كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط كَذَالِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ٥

(المومن: ۳۵)

ترجمہ: جو لوگ بغیر دلیل کے جو ان کو ملی ہو، اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک یہ رویہ بڑا ناپسندیدہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

(۵) خواہشاتِ نفسانی کی پیروی:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ٥ (الجاثیہ: ۲۳)

ترجمہ: بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو خدا بنا رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو علم صحیح کے بعد گمراہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے کان پر

اس کے دل پر مہر لگا دی اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔اب اللہ کے بعد اس کو کون صحیح راستہ دکھا سکتا ہے۔کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے۔

(۶) آخرت کی تکذیب:

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ o الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ o وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ o اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ o كَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ o

(التطفیف: ۱۰تا۱۴)

ترجمہ: اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے بڑھنے والا گناہ گار ہے۔ جب اس کے روبرو ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ یہ کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کی بے سرو پا کہانیاں ہیں۔ ہرگز نہیں ان کے اعمال جو یہ کیا کرتے ہیں اس کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔

(۷) حد سے بڑھنا:

ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡ بَعۡدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطۡبَعُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡمُعۡتَدِيۡنَ o (یونس: ۷۴)

ترجمہ: پھر (حضرت نوحؑ) کے بعد ہم نے رسولوں کو ان کی قوموں کے پاس

بھیجا پس یہ رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر باوجود اس کے ان لوگوں نے جس چیز کو ابتداً جھٹلا چکے تھے نہیں مانا۔اس طرح ہم ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو تمام گناہوں سے اور بالخصوص وہ گناہ جن کی وجہ سے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلس معرفت (۱۲)

اصلاح کی بنیاد

اصلاح کی بنیاد صحبت صالحین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی سورہ توبہ میں فرماتے ہے۔

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰہَ وَ کُوْنُوْ امَعَ الصّٰدِقِیْنَo صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

(التوبۃ: ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور مخلصین کی صحبت میں رہو۔

یہ آیت غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے نفیر عام دے رکھی تھی کہ تمام ہی لوگوں کو اس جہاد میں نکلنا ہے سوائے شرعی طور پر معذور لوگوں کے۔ منافقین جھوٹے عذر کر کے پیچھے رہ گئے، ساتھ ہی کچھ مخلص ایمان والے بھی اس جہاد میں جانے سے پیچھے رہ گئے۔ اللہ تعالی نے ان پر گرفت فرمائی۔ اسی سیاق وسباق میں یہ آیت نازل فرمائی جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کے جن صحابہؓ سے جہاد میں نکلنے سے کوتاہی ہوئی تھی یہ منافقین کی صحبت اور مجالست اور ان کے مشوروں کو اس میں دخل تھا۔ اللہ تعالی نے فرمایا کے ایسے لوگوں کی صحبت سے بچ کر صادقین کی صحبت اختیار کرنا چاہئے۔

آج دینی علوم کے لئے مختلف ڈگریاں ہوگئیں ہیں۔ قاری، حافظ، عالم،

فاضل، کامل، مفتی وغیرہ۔ خیر القرون میں سب سے بڑی ڈگری تھی تو وہ صحبت رسول ﷺ یعنی صحابی ہونا تھی۔ خیر التابعین (جیسے اویس قرنیؒ) بھی ادنیٰ درجہ کے صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔ ایمان کی حالت میں جس نے ایک لمحہ صحبت رسول ﷺ پائی یا آپ کا دیدار ہی کرلیا اس نے وہ دولت پائی جس کے آگے کونین کی دولت بھی ہیچ ہے۔ تذکروں میں آتا ہے کسی صحابی کا تذکرہ ہوتا ہے تو **"کانت لہ صحبۃ"** انہیں صحبت رسول ﷺ حاصل تھی۔ اس طرح بعد کے ادوار میں صحابہ کی صحبت میں رہنے والے تابعین کہلائے، اور ان کی صحبت میں تبع تابعین کہلائے۔ ان تین زمانے کے لوگوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے کیا فرمایا ہے ذرا غور سے سنئے۔

حدیث: **عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ اِنَّ بَعْدَ ھُمْ قَوْمٌ یَشْھَدُوْنَ وَلَا یَسْتَشْھَدُوْنَ وَ یَخُوْنُوْنَ وَلَا یُؤْتَمَنُوْنَ وَ یُنْذِرُوْنَ وَلَا یُوْفُوْنَ وَیَظْھَرُ فِیْھِمُ السِّمَنُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَ یَحْلِفُوْنَ وَلَا یُسْتَحْلَفُوْنَ.**

(متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عمران بن حُصینؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کے بہترین لوگ میرے قرن (زمانہ) کے لوگ، یعنی صحابہ ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں یعنی تابعین، اور پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے

متصل ہیں، یعنی تبع تابعین۔ پھر ان قرنوں کے بعد جو لوگ آئینگے ان میں ایسے ہوں گے جو خود بخود گواہی دیں گے بغیر اس کے کے ان سے گواہی طلب کی جائے، اور ایسے لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے، ان کی دیانت اور امانت پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نذر مانیں گے اور اپنی نذر کو پورا نہیں کریں گے ان میں موٹاپا فربہی پیدا ہو جائیگی۔

ایک دوسری متفق علیہ حدیث جو ابو سعید خدریؓ سے روایت کی گیی ہے صحبت کی اہمیت کو پوری وضاحت اور قطعیت سے ثابت کرتی ہے۔

حدیث: **عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَیَقُوْلُوْنَ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ فَیَغْزُوْا فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَیُقَالُ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ۔** (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے جائے گی، جب دشمن سے مقابلہ دشوار ہوگا تو پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے کوئی

حضور ﷺ کے صحابی ہیں، تو کہیں گے کہ موجود ہیں۔ ان کی برکت سے فتح ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کے لئے جائے گی جب دشمن سے مقابلہ دشوار ہوگا تو پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے کوئی ہیں جو صحابی کے ساتھ رہے ہوں (تابعی) تو کہیں گے کہ ہاں موجود ہیں ان کی برکت سے فتح ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کے لئے جائے گی جب دشمن سے مقابلہ دشوار ہوگا تو پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے کوئی ہیں جو صحابی کے ساتھی (تابعی) کے ساتھ رہے ہوں (تبع تابعین) تو کہیں گے کہ ہاں موجود ہیں ان کی برکت سے فتح ہو جائے گی۔ مسلم شریف کی روایت کے الفاظ اس طرح سے ہیں۔

قَالَ یَاتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یُبْعَثُ مِنْھُمُ الْبَعْثُ فَیَقُوْلُوْنَ اُنْظُرُوْا ھَلْ تَجِدُوْنَ فِیْکُمْ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَیُوْجَدُ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَھُمْ ثُمَّ یُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّانِیْ فَیَقُوْلُوْنَ ھَلْ فِیْکُمْ مَنْ رَایٰ اَصْحَابَ النَّبِیِّ ﷺ فَیُوْجَدُ فَیُفْتَحُ لَھُمْ ثُمَّ یُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّالِثُ فَیُقَالُ اُنْظُرُوْا ھَلْ تَرَوْنَ فِیْکُمْ مَنْ رَایٰ مَنْ رَایٰ اَصْحَابَ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ یَکُوْنُ الْبَعْثُ الرَّابِعُ فَیُقَالُ اُنْظُرُوْا ھَلْ تَرَوْنَ فِیْھِمْ اَحَدًا رَایٰ مَنْ رَایٰ اَحَدًا رَایٰ اَصْحَابَ النَّبِیِّ ﷺ فَیُوْجَدُ الرَّجُلُ فَیُفْتَحُ لَہٗ

(مسلم)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ لوگوں پر آئیگا اس وقت ایک لشکر

دشمنوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا جائیگا وہ آپس میں پوچھیں گے کیا تمہارے درمیان کوئی صحابیٔ رسول ﷺ ہیں؟ پس ایک صحابیٔ رسول ﷺ لشکر میں موجود ہوتے ہیں ان کی برکت سے فتح ہو جائیگی پھر ایک زمانہ لوگوں پر آئیگا اس وقت دوسرا لشکر دشمنوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا جائیگا وہ آپس میں پوچھیں گے کیا تمہارے درمیان کوئی صحابہ کو دیکھا ہوا کوئی شخص (تابعی) ہے؟ پس ایک تابعی لشکر میں موجود ہوتے ہیں ان کی برکت سے فتح ہو جائیگی۔ تیسرا لشکر دشمنوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا جائیگا وہ آپس میں پوچھیں گے کیا تمہارے درمیان کوئی شخص ہے جو ان لوگوں کو دیکھا ہو جو صحابہ کو دیکھنے والے ہیں (تبع تابعی) ہے؟ پس ایک تبع تابعی لشکر میں موجود ہوتے ہیں ان کی برکت سے فتح ہو جائیگی۔ چوتھا لشکر دشمنوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا جائیگا وہ آپس میں پوچھیں گے کیا تمہارے درمیان کوئی تبع تابعین کو دیکھا ہوا کوئی شخص ہے؟ پس ایک شخص لشکر میں موجود ہوتے ہیں ان کی برکت سے فتح ہو جائے گی۔

احادیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کے قدر مشترک (Common Factor) صحبت ہے رسول ﷺ، صحبت صحابہؓ، صحبت تابعینؒ، صحبت تبع تابعینؒ۔

نفسیات کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کے انسان کی طبیعت کو اللہ تعالی نے اس طرح تخلیق کیا ہے کے وہ دوسروں کے اثرات کو شعوری یا غیر شعوری طور

پر قبول کرتا ہے۔ انسانی طبیعت دوسروں کی صفات کو چرا لیتی ہے۔ انسان تو انسان جانوروں کی صفات بھی انسان میں آجاتے ہیں۔ بکریوں کے چرانے والے نرم اور منکسر المزاج ہوتے ہیں۔ کیوں کے بکری کمزور جانور ہے۔ اس کے برخلاف اونٹوں کے چرانے والے درشت اور سخت مزاج ہوتے ہیں۔ کیوں کے اونٹ سخت قسم کا جانور ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱) حدیث: **وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ یُّخَالِلُ** (مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کے آدمی جو ہوتا ہے اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ اسے چاہئے کے دیکھے وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

۲) حدیث: **عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا یَاْكُلْ طَعَامُكَ اِلَّا تَقِیٌّ** (مشکوۃ)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کے انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کے سوائے ایمان والے کے کسی اور کی صحبت میں نہ رہو اور تمہارا کھانا سوائے متقی کے کوئی اور نہ کھائے۔

دین کا علم، عمل اور حال یہ سب صحبتوں ہی کے ذریعہ سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے رہے ہیں۔ اس حقیقت کو نظر انداز کر کے محض کتابوں پر، اور اب تو انٹرنٹ

اور واٹس اپ آ گئے ہیں ان پر اعتماد اور انحصار اور ان ہی کو سب کچھ سمجھ لینا علم دین کی حقیقی روح سے اپنے آپ کو محروم کرنا ہے۔ آج بھی صحبت کے اثرات گو اس قدر قوی نہ سہی بہ آسانی محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ صحبت سے انسان کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کہنے والے نے کچھ غلط نہیں کہا

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(تھوڑا سا وقت اللہ کے دوستوں کی صحبت میں رہنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے)

بے عنایت حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیاہستش ورق

(اللہ تعالی کی عنایت اور اس کے خاص بندوں کی عنایت نہ ہو تو آدمی چاہے فرشتہ ہو جائے لیکن اس کے اعمال کا دفتر سیاہ ہی رہے گا)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ جیسے فقیہ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر آئندہ آنے والوں کے لئے کیسی پتہ کی بات ارشاد فرمائی:

لولا السنتان لهلك النعمان یعنی میری زندگی کے دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو گیا ہوتا۔

زندگی کے دو سال انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؒ کے خدمت میں گزار کر اصلاح باطن کی دولت سے بہرمند ہوئے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ اپنی جلالت شان اور بزرگی کے باوجود حضرت بشر حافیؒ کی سواری کی رکاب پکڑتے، پوچھنے پر فرماتے میں **عالم بالکتاب** (کتاب کا عالم) ہوں اور بشر حافی **عالم باللّٰہ** ہیں (اللہ تعالیٰ کے عالم ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے ہیں۔

بعد زمانے کے جتنے اکابر علماء ہوئے ہیں سب کسی نہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہے اور اپنے نفس کا تزکیہ کرایا اور احسان کی صفت سے متصف ہوئے۔ جنہوں نے اس معاملہ میں عار اور استنکاف کیا وہ علمی تحقیق اور عمل کے میدان میں بھٹک گئے۔ اور کئی لوگوں کی گمراہی کا ذریعہ بنے۔ گمراہ فرقوں کے بانیان کیا بغیر علم کے فرقہ بندی کر سکتے تھے؟ انہیں علم تو تھا مگر تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب نہ ہونے کی وجہ سے انکا علم انکی ہدایت کی بجائے ان کی گمراہی کا سبب بن گیا۔

آیات، احادیث اور آثار کے روشنی میں یہ بات مدلل طریقے پر ثابت ہوتی ہے کے اصلاح کی بنیاد صحبت صالحین اور مخلصین ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کے ہم کو صالحین اور مخلصین کی صحبت نصیب فرمائے۔

(آمین)

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت (۱۳)

بیعت کی حقیقت

لفظ بیعت مشتق ہے بیع سے۔ جس کی معنی بیچنے اور فروخت کرنے کے ہیں۔ شریعت میں اپنی جان اور مال کو بعوض جنت اللہ کو فروخت کرنے کا نام بیعت ہے۔ چنانچہ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِO بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO

اِنّ اللّٰہ َشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنّ لِھُمُ الْجَنَّۃَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مَنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ط وَذٰلِکَ ھُوَالْفَوْزُالْعَظِیْمُ Oصَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. (التوبة: ۱۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان اور مال اس قیمت پر خرید لیے کے ان کے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، کبھی دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور کبھی خود بھی شہید کردئے جاتے ہیں۔ اس بات پر تورات میں، انجیل میں اور قرآن میں اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وعدے کو پورا کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ بس اے ایمان والوں اس سودے پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے خوشی مناؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

مومن بیچنے والا اور اللہ خریدار ہے۔ بیچے جانے والی چیز جان اور مال ہے۔اوراس کی قیمت جنت ہے۔بیع ہو جانے کے بعد بیچی ہوئی چیز خریدار کی ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری جان اور مال کے خود خالق اور مالک ہیں۔مگر وہ خریدار بھی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خریدی ہوئی چیز ہمارے پاس ہی رکھ چھوڑ دی ہے۔ اور یہ حکم دیا ہے کے تمہاری جان اور مال میں ہمارے حکم اور ہمارے مرضی کے مطابق تصرف کرو اور اپنی خواہش اور مرضی مت چلاؤ۔ یہی بیعت کی حقیقت ہے۔مگر یہ معاملہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے نہیں ہوتا بلکہ انبیائے کرام کے توسط سے اور انبیائے کرام کے وارثین (علمائے ربانی) کے توسط سے ہوتا ہے۔

درحقیقت انسان اپنی جان اور مال کا خالق اور مالک نہیں ہے۔مگر عارضی طور پر اس کے قبضے میں ہیں اسی لیے اسکی کہلاتی ہیں۔اب بیعت میں یہ مطالبہ ہے کے اپنی جان اور مال کو جنت کے بدلے اللہ کو بیچ دو۔بیع ہو جانے کے بعد بیچی ہوئی چیز خریدار کی ہو جاتی ہے۔اور بیچنے والے کا اس پر کوئی حق نہیں رہتا۔اللہ تعالیٰ کا کرم جو ہماری جان و مال کے خریدار ہیں،فوراً انہیں لے لیتے صرف اتنا مطالبہ ہے کے جان اور مال کو ہمارے حکم کے مطابق تصرف کرو،ہاں کبھی اس کی راہ میں دشمنوں سے لڑنے کی نوبت آجائے تو جان اور مال خرچ کرنے سے دریغ مت کرو۔ بیعت کا معاملہ براہ راست اللہ سے طئے نہیں ہوتا بلکہ بذریعہ رسول ﷺ طئے ہوتا ہے اور رسول ﷺ کے بعد آپ کے نائبین کے توسط سے ہوتا ہے۔

اس حقیقت کو اللہ نے سورہ فتح میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا O (الفتح:۱۰)

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ان کے ہاتوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔پھر جو شخص اس عہد کو توڑیگا تو اپنے ہی برے کو توڑیگا۔جو شخص اس عہد کو کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا اجر دیں گے۔

صحابہء کرامؓ کی بیعت:

تمام ہی صحابہ کرامؓ اللہ کے رسول ﷺ سے ایمان و اسلام کے مختلف احکام پر بیعت کیا کرتے تھے۔

حدیث: **عَنۡ عُبَادَۃَ بۡنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ تَعَالَوۡا بَا یِعُوۡنِیۡ عَلٰی اَنۡ لَّا تُشۡرِکُوۡا بِا اللّٰہِ شَیۡئًا وَلَا تَسۡرُقُوۡا وَلَا تَزۡنُوۡا وَلَا تَقۡتُلُوۡا اَوۡلَادَکُمۡ وَلَا تَاۡتُوۡا بِبُھۡتَانٍ تَفۡتَرُوۡنَہٗ بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ وَاَرۡجُلِکُمۡ وَلَا تَعۡصُوۡنِیۡ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ فَمَنۡ وَفٰی مِنۡکُمۡ فَاَجۡرُہٗ عَلَی اللّٰہِ وَمَنۡ اَصَابَ مِنۡ ذٰلِکَ شَیۡئًا فَعُوۡقِبَ بِہٖ فِی الدُّنۡیَا فَھُوَ لَہٗ کَفَّارَۃٌ وَمَنۡ اَصَابَ مِنۡ ذٰلِکَ شَیۡئًافَسَتَرَہُ اللّٰہُ فَاَمۡرُہٗ اِلَی اللّٰہِ اِنۡ شَاءَ عَاقَبَہٗ وَاِنۡ شَاءَ عَفَا عَنۡہٗ** . (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کے اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت جو آپ ﷺ کے گرد تھی فرمایا آؤ تم سب مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراو گے اور چوری نہ کرو گے اور بدکاری نہ کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے اور کوئی بہتان اپنے ہاتوں پیروں سے نہ گھڑو گے۔ تمام نیک باتوں میں میری نافرمانی نہ کرو گے، پس تم میں سے جو بھی اس عہد کو پورا کریگا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ اور جو کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے اور اسے دنیا میں سزا دی جائے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہو جائیگا۔ اور جو کوئی کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے اسکی پردہ پوشی کی تو اسکا معاملہ اللہ کے ذمہ ہے۔ چاہے اسے سزا دے یا معاف کرے۔

بیعت رضوان:

سن ٦ ھجری میں اللہ کے رسول ﷺ ١٥-١٤ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرے کے لئے روانہ ہوئے۔ مشرکین نے حدیبیہ کے مقام پر روک دیا، اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر مشرکین کے سرداروں کو سمجھانے کے لئے مکہ بھیجا کہ ہم عمرے کی غرض سے آئے ہیں اور جنگ و جدل کی غرض سے نہیں نکلے۔ حضرت عثمان کی واپسی میں تاخیر ہوئی اور یہ خبر مشہور ہوئی کے آپ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ سے کیکر کے درخت کے نیچے مشرکین سے قتال پر بیعت لی۔ چنانچے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا (الفتح:۱۸)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے راضی ہوا جوایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کررہے تھے۔ جو کچھ انکے دلوں میں تھا اللہ نے جان لیا۔ اوران پرسکون قلب نازل کیا اورانکوقریبی فتح عطا فرمائی۔

بیچی ہوئی چیزوں میں کوئی عیب ہوتو خریدار کواختیار ہے کے وہ اس بیع کو فسخ کردے۔ اگر خریدار نے اپنی رضامندی ظاہر کردی تو بیع مکمل ہوگئی۔ اور خریدار کی طرف سے بیع کو فسخ کرنے کا اختیار نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ دیکھتے دکھاتے ہمارے حقیر چیزوں کا ایسا خریدار بن گیا کے اپنی رضا مندی بھی ظاہر کردی۔ اب ایمان والوں کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی اور مسرت کیا ہوسکتی ہے۔ اوراس لیے فرمایا گیا۔ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ (تم خوشی مناؤاس بیعت پر جو تم نے اللہ سے بیعت کی ہے)۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اصحاب بیعت رضوان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائیگا۔ کیوں کے اللہ تعالیٰ اپنی رضا کا پروانہ ان پر نازل کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے ایک بار راضی ہوجائیں پھراس سے ناراض نہیں ہوتے۔

عورتوں کی بیعت:

اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عورتیں بھی آتی تھیں اور آپ ان سے

بھی بیعت لیا کرتے تھے مگر صرف زبانی۔ آپ نے کسی غیر محرم عورت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کے ایمان والی عورتیں جب آپ کے پاس آئیں آپ ان سے بیعت لیا کریں۔ **یٰآَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَ کَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِا اللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَ ھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَ اَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَا یِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** (الممتحنہ: ۱۲)

ترجمہ: اے نبی جب ایمان والی عورتیں آپ کے پاس بیعت کرنے کے لئے آئیں تو آپ اس بات پر کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان اپنے ہاتھوں پیروں سے گھڑ کر لائیں گی اور نہ کسی شرعی حکم میں آپ کی نا فرمانی کریں گی آپ ان عورتوں سے بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے خدا سے مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

بیعت کے متعلق احادیث:

قران کریم میں لفظ بیع کے مشتقات ۱۵ مقامات پر آئے ہیں اور ٦ مقامات پر اصطلاحی معنوں میں لفظ بیعت آیا ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب **"کنز العمال"** میں ۷۰ سے زیادہ احادیث صحابۂ کرامؓ کی بیعت کے متعلق ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ

نکلتا ہے کے ایمان لانے والے مردوں اور عورتوں کا اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کرنا ایک معمول ہی بن گیا تھا۔ بیعت کو بدعت یا غیر مانوس عمل سمجھنا بڑی جہالت اور گمراہی ہے۔ کسی مصلح سے بیعت ہونا فرض تو نہیں مگر سنت ضرور ہے۔ اور اگر مرید کی طلب صادق ہے اور مصلح سنت کا پابند اور فن کا جاننے والا ہے۔ تو بیعت ضرور اپنے اثرات ظاہر کرتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ، خلفائے راشدین اور علمائے ربانیین کی بیعت:

اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے نائب کی حیثیت سے بیعت لیا کرتے تھے اور خلفائے راشدین نبی ﷺ کے نائبین ہونے کی حیثیت سے بیعت لیا کرتے تھے۔ یہ بیعت سیاسی نوعیت کی تھی اور تزکیۂ نفس اور اصلاحی نوعیت کی بھی تھی۔ جب خلفائے راشدین کا نظام ختم ہوا تو علمائے ربانیین جو انبیائے کرام کے وارثین ہوتے ہیں عوام الناس میں بھی تزکیۂ نفس اور اصلاح نفس کے لیے بیعت لینا شروع کیا۔ فتوحات کی کثرت اور مال اور دولت کی فراوانی کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں دنیا پرستی اور آخرت سے غفلت چھا گئی تھی۔ ان علمائے ربانیین کی بیعت سے عوام الناس میں پھر سے اللہ سے تعلق اور آخرت کی فکر پیدا ہوئی۔ اور اب تک اسکے غیر معمولی اثرات باقی ہیں۔ چار سلسلوں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے بزرگوں نے اس شعبے میں جو خدمات انجام دیں ہیں ان کے اثرات تا قیامت باقی رہیں گے (انشاء اللہ تعالی)۔ مرور ایام سے مختلف شعبوں

میں جیسا انحطاط پیدا ہوا، اس طرح اس شعبے میں بھی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ چاروں سلسلوں کے بزرگوں کے جو لوگ جانشین بنے اکثر نا خلف ثابت ہوئے۔ انہوں نے دین کے اعمال اور عقائد میں بگاڑ اور تحریف کی۔ اکثر مقامات پر بیعت ایک رسمی اور رواجی چیز بن کر رہ گئی ہے۔ والی اللہ المشتکی

اِقالۃ البیعت:

اصطلاح فقہاء میں اِقالہ بیچنے والے اور خریدار کے درمیان فسخ (Cancel) اور ثالث کے حق میں بیع جدید ہوتا ہے۔ اس طرح جب کوئی بدنصیب (مرید) اپنی بیعت کا قولی یا عملی اِقالہ کرتا ہے تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین شیخ کے وساطت سے جو معاملہ ہوا ہے وہ فسخ ہو جاتا ہے۔ اور ثالث یعنی شیطان کے حق میں بیع جدید ہو جاتی ہے۔ جیسا کے ایک اعرابی نے رسول ﷺ سے آکر کہا تھا اَقَلْنِیُ بَیُعَتِیُ، یعنی میری بیعت واپس کر دیجئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صدق دل سے کسی عالم ربانی سے بیعت کرنے اور اسکی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(مجلسِ معرفت(۱۴)

تزکیۂ نفس کے بغیر کوئی شخص جنّت میں نہیں جائے گا

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتَابِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْ کُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَ کِّیْھِمْ وَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ○صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. (البقرہ: ۱۷۴)

ترجمہ: اس میں کوئی شبہ نہیں جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس چھپانے پر حقیر معاوضہ حاصل کرتے ہیں تو ایسے لوگ بس اور کچھ نہیں اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھرتے ہیں ایسے لوگوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کریں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کو دردناک سزا ہوگی۔

(از۔تفسیرِ کشف الرحمٰن) بلا شبہ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کتاب کے احکام چھپاتے ہیں اور اس کتمان احکام کے عوض لوگوں سے ثمنِ قلیل اور معمولی اجر وصول کرتے ہیں ان لوگوں کی حالت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے نہ رخ دے کر بات کرے گا نہ ان کو گناہوں کی آلودگی سے پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔ یہ احکامِ الٰہی میں خیانت کرنے والے ایسے لوگ ہیں

جنہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی خرید لی۔ تعجب ہے کہ ان لوگوں کو دوزخ کے عذاب کی کیسی برداشت ہے اور یہ آگ کی کیسے سہار کرنے والے ہیں۔ یہ عذاب کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو حق کے مضامین اور احکام کے ساتھ نازل کیا تھا۔ اور جو لوگ ایسی ٹھیک اور صحیح نازل کی ہوی کتاب میں اختلاف ڈالیں اور کج روی اختیار کریں تو یقیناً وہ ایسی ضد اور مخالفت میں مبتلا ہیں جو راہِ حق سے بہت دور ہے۔ کتاب سے مراد تورات ہے اور اگر عام رکھا جائے تو ہر آسمانی کتاب مراد ہوگی یعنی جو لوگ آسمانی کتاب کے احکام کو دنیاوی نفع حاصل کرنے کی غرض سے چھپائیں ان کی سزا یہ ہے۔

اس مضمون کی دوسری آیت سورۂ آل عمران میں آئی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (آل عمران:۷۷)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے اور اس عہد کو اور نیز اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت پر فروخت کر ڈالتے ہیں تو ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کو نگاہ کرم سے دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے سخت دردناک سزا ہے۔

جو لوگ اللہ تعالی کے عہد اور اپنی قسموں کو دنیا کے فوائد کیلئے فروخت

کرڈالتے ہیں ان کے لئے چار چیزوں سے محرومی ہے۔۱) آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ۲) اللہ تعالیٰ ان سے مہربانی سے کلام نہیں کریں گے۔ ۳) ان کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ ۴) ان کو گناہوں سے پاک نہیں کریں گے۔

اس آیت کے شانِ نزول میں کئی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔قیس بن عابس کندی اور ربیعہ حضرمی کا بھی ایک قصہ زمین کا ہے۔حضرمی نے کہا یارسول اللہ عابس کندی نے میری زمین دبالی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا تیرے پاس شہادت ہے؟ حضرمی نے انکار کیا آپ ﷺ نے فرمایا تو کندی کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔حضرمی نے کہا یارسول اللہ یہ شخص فاجر ہے اس کو جھوٹی قسم کھالینا کیا مشکل ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی کے مال پر قبضہ کرے گا تو اللہ تعالی اسے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ جذام کے مرض میں مبتلا ہوگا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔بہر حال آیت اپنے عموم کے اعتبار سے سب واقعات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اگرچہ بظاہر سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا تعلق یہود کی عہد شکنی سے اور اپنے عہد و پیماں سے پھر جانے کے ساتھ بہت گہرا ہے۔

(از:تفسیرِ کشف الرحمٰن) عہد خداوندی سے مراد ہر قسم کے احکام مراد ہیں کیونکہ ہر بندہ فطری طور پر اس امر کا مکلّف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرے اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔بہر حال فطری عہد مراد ہو یا

وہ عہد ہو جو اہلِ کتاب نے تورات اور انجیل پر ایمان لانے سے کیا تھا۔ یا آپس میں کسی معاملے پر قسم کھائی اور پھر دنیاوی نفع کی غرض سے اپنی قسم کے خلاف کریں اور قسموں کے مقابلے میں حقیر معاوضہ حاصل کریں تو ایسے لوگوں کے لئے یہ وعید فرمائی ہے۔ ثمنِ قلیل فرمایا دنیا کے نفع کو اور واقعہ ہے کہ دنیا کا کتنا ہی بڑا فائدہ کیوں نہ ہو آخرت کے مقابلہ میں قلیل اور حقیر ہی ہے۔ اسی کو آیت میں اشترا سے تعبیر کیا گیا ہے گویا جو لوگ دنیاوی فوائد کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کرتے ہیں اور اپنی قسموں کو توڑتے ہیں گویا وہ تھوڑا سا مول لے کر اللہ تعالی کے عہد کو اور اپنی قسموں کو بیچ ڈالتے ہیں۔ لاخلاق کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کی نعمتوں میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو اور اللہ تعالی ان سے نہ کلام کرے گا اور نہ انہیں نگاہ کرم سے دیکھے گا کا مطلب رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا اور نہ شفقت سے کلام کرے گا۔ اور یہ غصہ اور غضب سے کنایہ ہے تزکیہ نہ کرنے کا مطلب ان کے گناہوں کو معاف نہ کرنا ہے۔ اس آیت میں دو گناہ ذکر کئے گئے ہیں ایک اللہ کے عہد سے پھرنا اور ایک قسمیں کھا کر توڑنا ایک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے دوسرے کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ حقوق اللہ میں جو عمل نا قابلِ معافی ہے وہ کفر اور شرک ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الدَّوَاوِیْنُ ثَلٰثَۃٌ دِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَدِیْوَانٌ

لَا یَتْرُکُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَهُمْ حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِیْوَانٌ لَا یَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ اللّٰهِ فَذَاکَ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَ اِنْ شَاءَ تَجَاوَزَعَنْهُ. (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال نامہ میں تین رجسٹر ہیں

۱) ایک رجسٹر وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہیں کریں گے وہ شرک ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دیا: **''بیشک اللہ تعالی اس گناہ کو ہرگز معاف نہیں کریں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے''۔**

۲) ایک رجسٹر وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں چھوڑیں گے وہ بندوں کی آپس کی ظلم اور زیادتی ہے یہاں تک کہ ان میں سے ایک دوسرے سے بدلہ نہ لے لے۔

۳) ایک رجسٹر وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرتے وہ بندوں اور اللہ کے درمیان قصور ہیں وہ اللہ کی طرف ہیں چاہے انہیں عذاب دے چاہے درگزر کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندوں کے حقوق میں مواخذہ کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کفر اور شرک ہرگز نہیں بخشا جائیگا اور اس کے ماسوا مشیت ایزدی پر ہے چاہے عذاب کرے چاہے بخش دے۔

جو لوگ کفر اور شرک سے پاک ہیں اپنی بے عملی اور بدعملی کی وجہ سے اگر جہنّم میں چلے بھی گئے تو بالآخر سزا بھگت کر پاک صاف ہو کر تزکیہ اور تصفیہ

ہو کر جہنّم سے نکالے جائیں گے اور جنّت میں داخل کیے جائیں گے۔ چند احادیث جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ اہلِ ایمان کو تزکیہ کے لئے جہنّم میں داخل کیا جائے گا۔

۱) وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَیُصِیْبَنَّ اَقْوَاماً سَفْعٌ مِّنَ النَّارِ بِذُنُوْبٍ اَصَابُوْهَا عَقُوْبَةً ثُمَّ یُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ فَیُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِیُّوْنَ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے کتنے ہی گروہ ایسے ہونگے جنہیں ان کے گناہ کی وجہ سے جو انہوں نے کیے ہونگے دوزخ کے شعلے جھلس دیں گے اور ان کے حلیوں کو بدل دینگے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے ان لوگوں کو ''جہنّمی'' کہا جائے گا۔

۲) وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یُخْرَجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَیَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَیُسَمُّوْنَ الْجَهَنَّمِیْنَ

(رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے نتیجہ میں جہنّم سے نکال کر جنّت میں داخل کیا جائیگا اور ان کا نام ''جہنّمی'' رکھا جائے گا۔

۳) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُخْلَصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَیُحْبَسُوْنَ عَلٰی قَنْطَرَةٍ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَیُقْتَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ کَانَتْ بَیْنَهُمْ فِی الدُّنْیَاحَتّٰی اِذَا هُذِّبُوْ وَ نُقُّوْا اُذِنَ لَهُمْ فِیْ دَخْلِ الْجَنَّةِفَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍبِیَدِهٖ لَاَحَدُهُمْ اَهْدٰی بِمَنْزِلِهٖ فِی الْجَنَّةِمِنْهُ بِمَنْزِلِهٖ کَانَ لَهٗ فِی الدُّنْیَا۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اہلِ ایمان کو چھٹکارا ملے گا تو ان کو جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل ہے اس پر روک لیا جائیگا اور ایک دوسرے کے حقوق اور مطالبات کا بدلہ دلایا جائے گا یہاں تک کہ گناہوں سے اور برائیوں سے پاک کیئے جائیں گے تو ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائیگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے جب یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے تو جنت کے مکانوں کو دنیا کے مکانوں سے زیادہ پہچاننے والے ہونگے۔

تزکیۂ نفس کی اہمیت:

جو شخص کفر اور شرک سے پاک ہے اور خالص ایمان رکھنے والا ہے اور بندوں کے حقوق اور اللہ کے حقوق ادا کرنے والا ہے وہ پہلے ہی مرحلے میں جنت میں چلا جائیگا۔ جو لوگ خالص ایمان تو رکھتے ہیں لیکن اللہ کے اور بندوں کے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں تو انہیں اللہ کی طرف سے معافی مل جائے یا اللہ کے

رسول ﷺ کی شفاعت نصیب ہو جائے یا اپنے بے عملیوں اور بد عملیوں کی وجہ سے چندے جہنم میں تزکیہ کے لئے جانا پڑے گا۔تو جو لوگ یہاں تزکیۂ نفس نہیں کراتے عالمِ آخرت میں جہنم میں جا کر تزکیۂ نفس کرانا پڑے گا۔

ایمانِ خالص کا حصول:

تزکیۂ نفس کے بغیر کفر، شرک اور نفاق (اعتقادی) سے پاک ایمان کا حصول ناممکن نہ سہی محال ضرور ہے۔تزکیۂ نفس کے لئے انبیائے کرام کے وارثین **"علمائے ربانیین"** کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔یہی لوگ اخلاص اوراحسان کے داعی اور معلم ہیں۔ایمانِ خالص بغیر صحبتِ مخلصین کے حاصل نہیں ہوتا بالفرض حاصل بھی ہو جائے تو مرتے دم تک اس پر قائم رہنا دشوار ہے۔اس لئے ایمانِ خالص کے حصول اور خاتمہ بالخیر کے لئے صحبتِ مخلصین ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا میں اپنا تزکیۂ نفس کرانے کی اور علمائے ربانیین سے جڑ کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت (۱۵)

تزکیۂ نفس کی عمومی ضرورت اور اصل مُزّکّی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہیں

اَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ٥بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥
ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ مُوْ سٰی٥ اِذْنَا دٰہُ رَبُّہٗ بِا لْوَادِالْمُقَدَّسِ طُوًی٥
اِذْھَبْ اِلٰی اَنْ تَزَکّٰی٥وَاَھْدِیَکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخْشٰی٥صَدَقَ اللّٰہُ
الْعَظِیْمُ . (النّٰزعٰت: ۱۵ تا ۱۹)

ترجمہ: (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کو حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بھی پہنچا ہے؟ جب کہ ان کو ان کے رب نے طویٰ نامی مقدس میدان میں پکارا کہ ''موسیٰ تم فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے اور اس سے جا کر کہو کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو پاک ہو جائے اور میں تجھے تیرے رب کی جانب رہنمائی کروں اور تو اس سے ڈر جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ''سورۂ عبس'' میں فرماتے ہیں۔

اَعُوْذُ بِا للّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ٥بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥
عَبَسَ وَتَوَلّٰیٓ ٥اَنْ جَآءَ ہُ الْاَعْمٰی ٥وَمَا یُدْ رِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰیٓ٥اَوْ
یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ الذِّکْرٰی٥اَمَّا مَنِ ا سْتَغْنٰی ٥فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی٥وَمَا
عَلَیْکَ اَ لَّا یَزَّکّٰی٥ (العبس: ۱ تا ۷)

ترجمہ: (پیغمبرﷺ) اس بنا پر چیں بجبیں ہوے اور منہ پھیر لیا کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا وہ کوئی نصیحت کی بات قبول کر لیتا اور نصیحت کی بات اس کو نفع دیتی۔ تو جو شخص بے پرواہی کرتا ہے اس کی طرف آپ توجہ کرتے ہیں حالانکہ آپ کی اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ سنوار نہ پکڑے۔

سورۃ النّزٰعٰت کی جو آیات تلاوت کی گئی ہیں اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰؑ کو کوہِ طور کی وادی طوٰی نامی مقدس میدان میں حکم دیا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ کہ وہ حد سے تجاوز کر گیا ہے اور اس سے جا کر کہو کیا تو چاہتا ہے کہ تو پاک ہو جائے اور سنور جائے اور میں تیرے رب کی طرف تجھے رہنمائی کروں اور تو اس سے ڈرنے والا ہو جائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات بیان کر کے اس کی معرفت کی طرف تجھے رہنمائی کروں اور تجھ میں خشیت پیدا ہو جائے اور تو شرک، ظلم اور سرکشی سے پاک ہو جائے۔ سلطنت کے غرور اور تکبر سے جو برائیاں تجھ میں پیدا ہوئی ہیں وہ تجھ میں سے نکل جائیں اور تو سنور جائے۔

سورۂ عبس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبیﷺ پر عتاب فرمایا کہ آپ نے ایک اندھے کے آنے پر تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔

ابنِ امِّ مکتوم جو ایک نابینا صحابی تھے قرآن کی ایک سورت کے متعلق بار بار دریافت کر رہے تھے اور اللہ کے رسولﷺ رؤساء قریش کو دین کی تبلیغ فرما رہے

تھے۔ابنِ امِّ مکتوم کا بار بار دریافت کرنا حضور اکرم ﷺ کو نا گوار گزرا آپ چیں بجبیں ہو گئے اور منہ پھیر لیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو کیا خبر کہ وہ نابینا شاید سنور جاتا اور پاکیزہ ہو جاتا یا آپ کی نصیحت اس کو نفع دیتی۔رؤسائے قریش جو اپنے غرور اور نخوت کی بنا پر اسلام قبول کرنے سے بے پرواہی اور بے نیازی برتتے ہیں آپ ان کی فکر کرتے ہیں اور ان کے پیچھے پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر ان کے اسلام قبول کرنے اور سنورنے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

''سورۂ النّٰزعٰت'' کی آیات میں فرعون کو تزکیہ کی دعوت دی گئی ہے ''سورۂ عبس'' کی آیات میں ابنِ امِّ مکتوم کے تزکیہ اور نصیحت حاصل کرنے کی تڑپ اور رؤسائے قریش کا اسلام اور تزکیہ سے بے پرواہی کا ذکر ہے۔ان آیات سے یہ ثابت ہوتا کہ تزکیہ سارے انسانوں کے لئے ایک عمومی ضرورت ہے۔

تزکیہ کے تین اہم شعبہ ہیں:

۱) تزکیۂ عقائد و افکار

۲) تزکیۂ اعمال

۳) تزکیۂ اخلاق

تزکیۂ عقائد و افکار کی اہمیت تو اپنے جگہ مسلم ہے جس کہ بغیر کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ مومن اور مسلم کہلا سکتا ہے۔بظاہر ایمان کا اظہار کرنے والا اگر وہ اپنے ایمان میں مخلص نہیں ہے تو سخت گھاٹے میں ہے کیونکہ وہ

منافق ہےاورمنافقین دوزخ کےسب سے نچلے طبقہ میں ہونگے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا٥

(النساء: ۱۴۵)

ترجمہ: بے شک منافقین جہنم کےسب سے نچلے طبقے میں ہونگے اورآپ ان کے لئےکوئی مددگارنہیں پائینگے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر،آخرت کے دن پر نبی اکرم ﷺ کی رسالت پرایمان کےدعوے دار تھےمگران کےدعوےصرف زبانی تھے اوردل ایمان سےخالی تھے۔انہیں کہا گیا کہ یہ ہرگز ایمان والےنہیں ہیں اور عالمِ آخرت میں دوزخ کےسب سے نچلے طبقہ میں ہونگے۔اس سے صاف معلوم ہوا کہ بغیراخلاص کےایمان کی کوئی قدروقیمت نہیں ہے۔حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس شعبہ(تزکیۂ اخلاق) کی جواہمیت اپنی مشہورکتاب تفہیمات الٰہیہ میں بیان کی ہےگرہ میں باندھنے کےقابل ہے۔

والذی نفسی بیده هذا الثا لث ادق المقاصد الشرعية ما خذا واعمقها محتدا با لنسبة الی سائر الشرائع وبمنزلة الروح من الجسدوبمنزلة المعنی من اللفظ و تكلفل بها الصو فية رضوان اللّٰہ عليهم فا هتدوا وهدوا واستقوا وفا زوا با لسعا دة القصوی و جا زوا السهم الاعلی۔ (تفهیمات الهیه: ج: ۱ ۔ ص :۱۳)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ تیسرے مقاصد شرعیہ ہیں جو مآخذ کے اعتبار سے نہایت دقیق اور اصل ہونے کے اعتبار سے بہ نسبت جملہ شرائط کے نہایت عمیق ہیں، اور یہ بمنزلۂ روح کے ہیں بدن میں اور بمنزلۂ معنی کہ ہیں لفظ میں، اور اس کی کفالت صوفیائے کرام نے کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رضا سے مشرف فرمائے، پس یہ حضرات خود ہدایت یاب ہوئے اور دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنے، اور اس چشمۂ فیض سے خود سیراب ہوئے اور دوسروں کو سیراب کیا، اور سعادت عظیمہ سے بانصیب ہوے اور حظ عظیم سے بہرہ ور ہوئے۔

اخلاص اور احسان کے بغیر ایمان اور اعمال ایک بے روح ڈھانچہ ہیں۔ اخلاص اور احسان کا پیدا ہونا بغیر اس کے طلب اور تڑپ اور سعی کے ممکن نہیں۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے

ؔ بڑا ھی نظر پیدا مگر مشکل سے ہو تی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

تزکیہ کا فائدہ تزکیہ کرانے والے ہی کو ہوتا ہے:

۱) وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ط وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ (فاطر:۱۸)

ترجمہ: اور جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی بھلے کو پاک ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

۲) جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاؕ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَزَکّٰیO (طٰہٰ:۷۶)

ترجمہ: وہ بلند درجہ دائمی باغات ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ لوگ ان دائمی باغوں میں ہمیشہ رہیں گے یہی صلہ ہے اس کا جو پاکیزگی اختیار کیا۔

اصل مزکی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہیں:

اصل مزکی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہیں۔ نبی اور رسول کو تزکیہ کا ذریعہ بنانے کی وجہ سے فعلِ تزکیہ نبی اور رسول کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے اصل ھادی اللہ تعالیٰ ہی ہیں مگر نبی اور رسول کو ذریعہ بنانے کی وجہ سے انہیں بھی ھادی کہا جاتا ہے جیسا کہ سورۂ قصص میں فرمایا گیا:

۱) اِنَّکَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَO (القصص:۵۶)

ترجمہ: بے شک آپ جس کو چاہتے ہیں ہدایت نہیں کرسکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور وہ ہدایت کی راہ پر چلنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

۲) وَلٰکِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَاؕ وَاِنَّکَ لَتَهۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍO (الشوریٰ:۵۲)

ترجمہ: لیکن ہم نے قرآن کو ایک ایسا نور بنایا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ آپ

لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔

۳) اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ ط بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّی مَنْ یَّشَآءُ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًاo (النساء۔۴۹)

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو بڑے پاک باز بنتے ہیں یوں نہیں کہ اللہ جس کو چاہے پاکیزہ کر دے اور ان پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

اس آیت میں یہود اور نصاریٰ دونوں کا رد ہے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ جنت میں یہود اور نصاریٰ کے سوا کوئی نہیں جائیگا یا یہود کے اس عقیدے کا رد ہے جو اپنے آپ کو بچوں کی طرح معصوم سمجھتے تھے حالانکہ یہود اور نصاریٰ دونوں شرک جیسے عظیم گناہ میں مبتلا تھے، نصاریٰ عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دینے کی وجہ سے اور یہود عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دینے کی وجہ سے۔شانِ نزول کوئی خاص ہو لیکن آیت سب کو شامل ہے جو لوگ اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ ظاہر کرتے ہیں فرمایا گیا کہ اللہ ہی ہے جس کو چاہے مقدس قرار دے اور پاکیزگی عطا فرمائے دعووں سے کام نہیں چلتا۔

۴) وَلَوْلَافَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍاَبَدًاوَّلٰکِنّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌo (النور: ۲۱)

ترجمہ: اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کبھی کوئی اس گناہ سے پاک نہ ہوتا لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے اور اللہ سب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ آیت ''**واقعہ افک**'' کے بعد نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت کا ذکر کر کے ایمان والوں پر اپنے احسان کا ذکر کیا کہ وہ اللہ ہی کی توفیق سے فواحش و منکرات سے بچے رہے جس میں منافقین بری طرح مبتلا تھے۔

۵) **هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى** O (النجم: ۳۲)

ترجمہ: وہ تم کو اس وقت سے اچھی طرح جانتا ہے جب اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے لہٰذا تم اپنے آپ کو پاکیزہ مت ٹھہراؤ وہ خوب جانتا ہے کون تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔

حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سیاحت میں تھے دیکھا کہ کچھ لوگ کپڑے دھو رہے تھے آپ نے ان سے فرمایا تم کپڑے کیا دھوتے ہو آؤ میں تمہیں دل دھونا سکھاتا ہوں یہ قوم کے دھوبی تھے جو آپ کے ساتھ ہو لئے یہی حوارئین کہلائے کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد بارہ تھی ۔حوارئین ہی نے آپ کے بعد دین مسیح کو پھیلایا۔ بعد ازاں ''جان پال'' نام کے ایک یہودی نے آپ کے دین میں داخل ہو کر آپ کے دین کو بگاڑ دیا۔ اسی نے ''**تثلیث کا عقیدہ**'' خدا، خدا کا بیٹا (عیسیٰؑ) اور روح تین خداؤں کا عقیدہ پیش کیا۔ عیسیٰؑ کے اللہ کے اکلوتے بیٹے اور ان تمام لوگوں کے گناہوں کا کفارہ صلیب پر قربان ہو کر ادا کرنے کے عقیدہ نے نصاریٰ کو پوری طرح گمراہ کر کے رکھ دیا۔

آج کی پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تزکیۂ نفس سارے انسانوں کی عمومی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اصل مُزّکی ہیں اور اپنے انبیاء ورُسل کو تزکیہ کا ذریعہ بناتے ہیں۔ تزکیۂ نفس کے بغیر انسان نہ دنیا میں کامیاب ہوسکتا ہے نہ آخرت میں۔ تزکیۂ نفس کے لئے انبیائے کرام کے نائبین کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت(۱٦)

تفرقہ اوراختلاف کی مذمت

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَاعْتَصِمُوْابِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًاوَّلَا تَفَرَّقُوْاوَاذْکُرُوْانِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْکُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِفَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ۝ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌیَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِوَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَکُوْنُوْکَاالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْاوَاخْتَلَفُوْامِنْ بَعْدِمَا جَآءَ ھُمُ الْبَیِّنٰتُ ط وَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۝ یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَتَسْوَدُّوُجُوْہٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ فَذُوْقُواالْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ۝وَاَمَّاالَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰہِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۝صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

(اٰل عمران: ۱۰۳ تا ۱۰۷)

ترجمہ: اورتم سب مل کر اللہ کی رسی کومظبوط پکڑے رہواور جدا جدا نہ ہوجاؤ اور اللہ کے اس احسان کو جو تمہارے اوپر اس نے کیا ہے یاد رکھو جبکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے پھر اس نے تمہارے قلوب میں الفت پیدا کردی سو تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اورتم لوگ آگ کے گڑھے کے

کنارے پر تھے پھر اللہ نے تم کو اس گڑھے سے بچا لیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے دلائل صاف واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تم لوگ راہ راست پر قائم رہو اور تم میں ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہئے جو بھلائی کی طرف لوگوں کو دعوت دیا کریں اور نیک کاموں کا حکم کیا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے باوجود اس کے کہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے پھر انہوں نے آپس میں تفریق پیدا کی اور باہم اختلاف کرنے لگے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے اس دن بڑا عذاب ہے جس دن بعض چہرے روشن ہوں گے اور بعض سیاہ ہوں گے پس جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اچھا اب اس کفر کی پاداش میں جس کے تم مرتکب ہوئے تھے عذاب کا مزہ چکھو اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے وہ خدا کی رحمت میں یعنی جنت میں ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات میں جس تفرقہ واختلاف کی مذمت ہے اس سے مراد وہ تفرقہ واختلاف ہے جو اصول دین میں ہو یا فروع میں نفسانیت کے غلبہ کی وجہ سے ہو، چنانچہ آیت میں یہ قید ہے کہ احکامِ واضحہ کے آنے کے بعد اس پر واضح قرینہ ہے، کیونکہ اصولِ دین سب واضح ہوتے ہیں اور فروع میں بھی بعض ایسے واضح ہوتے ہیں کہ اگر نفسانیت نہ ہو تو اختلاف کی گنجائش نہ ہوتی لیکن جو فروع غیر

واضح ہیں یا نصوص کے ظاہری تعارض کی وجہ سے ایسے فروع میں رائے اوراجتہاد سے جواختلاف پیدا ہوتا ہے وہ برا نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح آپس میں پھوٹ نہ ڈالنا جو عام طور پر اہلِ کتاب اور کافروں کا شیوہ رہا ہے یا اہلِ بدعت اور اہلِ فسق کا طریقہ رہا ہے کہ واضح دلائل اور صاف اور صریح احکام آجانے کے بعد بھی اصولِ دین میں تفرقہ اندازی کرتے رہے اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیش نظر فروعی مسائل میں بھی اختلاف کرتے ہیں۔ایسے فرقہ پرست اور تفرقہ انداز لوگوں کو اس دن بڑا عذاب ہوگا جس دن بہت سے ایمان والوں کے چہرے روشن اور چمکتے ہوں گے اور بکثرت کافروں، فاسقوں، اہلِ بدعات اور اہلِ ہوا کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے پوچھا جائیگا کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ یا تم نے ایمان کا اقرار کرنے کے بعد کافرانہ روش اختیار کی اور عملی کفر کیا تھا؟ لہٰذا اب تم اپنی اعتقادی اور عملی کفر کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو۔اور وہ ایماندار، مخلص اور کتاب وسنت کے پابند لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت اور سایۂ عاطفت میں ہوں گے اور وہ اس رحمت میں ہمیشہ رہیں گے۔رحمت سے مراد جنت ہے چونکہ جنت میں داخل ہونا اللہ کی رحمت اور اس کے فضل پر موقوف ہے اس لئے جنت کو رحمت فرمایا ہے۔

تفرقہ اور اختلاف کرنے والوں کے متعلق کئی اقوال ہیں۔لیکن صحیح بات

یہ ہے کہ " الذین تفرقوا " میں سب ہی لوگ داخل ہیں خواہ مرتد ہوں، کافروں میں سے اہلِ کتاب ہوں یا عام کفار ہوں، منافق ہوں یا فساق و فجار ہوں یا اہلِ بدعت اور دیگر باطل فرقہ ہوں یہ سب اس آیت کے مفہوم میں شامل ہیں کیونکہ ہر شخص کے اختلاف کا مبنیٰ اپنی اپنی اغراض اور نفسانی خواہشات جن کے باعث کوئی مرتد ہوگیا، کوئی منافق بن گیا زبان سے تو اسلام کا اقرار کیا مگر دل میں کافر رہا، کوئی کفر ہی پر قائم رہا، کوئی باوجود مسلمان ہونے کے بدعت کی طرف مائل ہوگیا۔ کسی نے فسق کی راہ اختیار کی اور کوئی دین میں جداگانہ راہ قائم کر بیٹھا جیسے اسلام میں فرق باطلہ، جنہوں نے اہلِ سنت والجماعت سے اختلاف کیا اور نئے فرقہ بنالئے۔ حضرت ابوامامہؓ کا قول ہے یہ لوگ خوارج ہیں (تفسیرِ کشف الرحمن)

آیت میں جس تفرقہ اور اختلاف کی مزمت ہے، اس سے مراد وہ تفرقہ ہے جو اصولِ دین میں ہو یا فروع میں نفسانیت کے غلبہ کی وجہ سے ہو چنانچہ آیت میں یہ قید کہ "احکامِ واضح کے آنے کے بعد" اس امر پر واضح قرینہ ہے کہ اصولِ دین سب واضح ہوتے ہیں اور فروع میں بھی بعض ایسے واضح ہوتے ہیں کہ نفسانیت نہ ہو تو اختلاف کی گنجائش نہ ہوتی لیکن جو فروع غیر واضح ہیں کسی نص صریح نہ ہونے کی وجہ سے یا نصوص کے ظاہری تعارض کی وجہ سے ایسے فروع میں رائے اور اجتہاد کی وجہ سے جو اختلاف پیدا ہوتا ہے وہ اس آیت کے مفہوم میں داخل نہیں۔ حدیثِ صحیح جس کو امام بخاری اور مسلم نے عمرو بن العاصؓ سے مرفوعاً

روایت کیا ہے کہ جب کوئی اجتہاد کرے اور وہ حکم ٹھیک ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اجتہاد میں غلطی کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے ،تو معلوم ہوا کہ جس اختلافِ اجتہادی میں خطا ہونے پر بھی ایک ثواب ملتا ہے وہ مذموم نہیں ہوسکتا لہٰذا وہ اجتہادی اختلاف جو صحابہؓ اور ائمہٗ مجتہدینؒ میں ہوا ہے اس کو اس آیت سے کوئی تعلق نہیں بقولِ حدیثِ رسول اللہ ﷺ میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔ ان فرقوں میں جن کا اعتقاد کفر تک پہنچا ہو گا وہ دائمی عذاب میں رہیں گے اور دوسرے فساق ، فجار اور اہلِ بدعت وہوا کے لئے عرصۂ دراز تک عذاب ہوگا۔ (معارف القرآن)

اللہ کے رسول ﷺ سے خطاب:

اِنَّ الَّـذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِىْ شَىْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَا نُوْا يَفْعَلُوْنَ۞ (الانعام: ۱۵۹)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف فرقے بن گئے آپ کا ان سے کوئی سروکار نہیں ان کا معاملہ صرف اللہ کے سپرد ہے پھر وہ ان کو بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

دین میں تفریق ڈالنا اور فرقے بن جانا جو اس آیت میں مذکور ہے اس سے مراد اصولِ دین کے اتباع کو چھوڑ کر اپنے خیالات اور خواہشات کے مطابق یا شیطانی مکروتلبیس میں مبتلا ہو کر دین میں کچھ نئی چیزیں بڑھا دئے یا بعض چیزوں

کو چھوڑ دیئے۔اس آیت میں غلط راستوں پر پڑھنے والوں کے متعلق اول یہ بتلایا کہ اللہ کے رسول ﷺ ان سے بری ہیں اور رسول ﷺ کا ان سے کوئی تعلق نہیں پھر ان کو یہ وعیدِ شدید سنائی کہ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہی ان کو قیامت کے روز سزا دیں گے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا امت کو انتباہ:

وَعَنْ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَا رِيَةَقَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَ عَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنَ وَ جِلَتْ مِـنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَا لَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْ صِنَا فَـقَـالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِوَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِياً فَاِنَّه‘ مَـنْ يَّـعِـشْ مِـنْـكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتَلَافً كَثِيْراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ اَ لْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِا لنَّوَاجِذِ وَاِيَّا كُمْ وَمُحْدَثَا تِ الْاُمُوْرِفَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَا لَةٌ

(احمد ، ابو داود ، ترمذی ،ابنِ ماجه)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ اللّٰد کے رسول ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی پھر نماز سے فارغ ہو کر چہرۂ مبارک ہماری طرف کر کے ایک نہایت بلیغ وعظ ارشاد فرمایا جس سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور دل کانپ اٹھے۔ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو رخصت ہونے والے

شخص کا ساوعظ ہے۔ کچھ اور بھی ارشاد فرمادیجئے پھر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہوں اور سنو اور اطاعت کرو چاہے تمہارا امیر ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے جو بھی میرے بعد زندہ رہے گا بہت اختلافات دیکھے گا پس میں تم کو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ تم میری سنت اور خلفائے راشدین جو ھدایت یافتہ تھے کی سنت کو مظبوطی سے پکڑنا۔ ہاتھوں سے بھی پکڑنا اور دانتوں سے بھی۔ بچو تم تمام دین میں نئی باتوں اور نئے کاموں سے کیونکہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرَ وٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیَا تِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰے عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَنَّعْلِ بِا لنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہُ عَلاَ نِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلاّ مِلَّۃً وَاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ (رواہ الترمذی،وفی روایتی احمد ،وابی داؤد عن معاویۃ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِیْ النَّارِ وَوَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ وَاِنَّہُ سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِھِمْ تِلْکَ الْاَھْوَاءُ کَمَا یَتَجَارٰی ا لْکَلْبُ بِصَاحِبِہٖ لاَ یَبْقٰی مِنْہُ عِرْقٌ وَلاَ مَفْصَلٌ اِلاَّدَخَلَہ')۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ضرور میری امت پر وہ حالات اور وقت آئیگا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کا کوئی آدمی اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کیا ہوتو میری امت میں بھی کوئی شخص ایسا کر گزرے گا۔ بے شک بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائیگی، ایک فرقہ کو چھوڑ کر سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ فرقہ (نجات پانے والا) کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر چلنے والا ہوگا۔ احمد اور ابوداؤد کی روایت میں حضرت معاویہؓ سے یوں ہے ۷۲ فرقہ جہنم میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائیگا اور یہ فرقہ الجماعت ہوگا۔ قریب ہے میری امت میں ایسے گروہ ظاہر ہوں گے جن میں نفسانی خواہشات (یعنی بدعتیں) اس طرح سرایت کئے ہوں گے جس طرح ہڑک، ہڑک والے کے اندر سرایت کر جاتی ہے کہ اس کے جسم کا کوئی رگ اور جوڑ ایسا باقی نہیں بچتا جس میں وہ ہڑک گھس نہ گئی ہو۔

تفسیرِ مظہری میں ہے کہ جماعت سے مراد اس حدیث میں جماعتِ صحابہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا، آپ کو قرآن عطا فرمایا اور قرآن کے علاوہ دوسری وحی عطا فرمائی جس کو حدیثِ سنت کہا جاتا ہے۔ پھر قرآن میں بہت سی آیات مشکل یا مجمل یا مبہم ہیں، ان کی تفسیر

وبیان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ بیان کرنے کا وعدہ فرمایا۔ **ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَا نَہ**' (پھر اس کی تفصیل بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے) کا یہی مطلب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے مشکلات اور مبہمات کی تفسیر اور اپنی سنت کی تفصیلات اپنے بلا واسطہ شاگردوں یعنی صحابہ کرام کو اپنے قول و عمل کے ذریعہ سکھلائیں اس لئے جمہور صحابہ کا عمل پوری شریعتِ الٰہیہ کا بیان و تفسیر ہے۔

اس لئے مسلمان کی سعادت اسی میں ہے کہ ہر کام میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی اتباع کرے اور جس آیت یا حدیث کے مراد میں اشتباہ ہو اس میں اس کو اختیار کرے جس کو جمہور صحابہؓ نے اختیار فرمایا ہو۔ اس مقدس اصول کو نظر انداز کرنے سے اسلام میں مختلف فرقے پیدا ہو گئے کہ تعاملِ صحابہ اور تفسیراتِ صحابہ کو نظر انداز کر کے اپنی طرف سے جو جی میں آیا اس کو قرآن اور سنت کا مفہوم قرار دے دیا، یہی وہ گمراہی کے راستے ہیں جن سے قرآنِ کریم نے بار بار روکا اور اللہ تعالی کے رسول ﷺ نے عمر بھر بڑی تاکید کے ساتھ منع فرمایا، اور اس کے خلاف کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ **(معارف القرآن)**

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کے وہ ہمیں اختلاف سے بچا کر قرآن، سنت اور صحابہؓ کے طریقہ کو مظبوطی سے پکڑ کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلس معرفت (۱۷)

دین میں اختلاف کی حقیقت

۱) اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo
کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ وَاَنْزَلَ مَعَھُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَمَااخْتَلَفَ فِیْہِ اِلَّاالَّذِیْنَ اُوْتُوْہُ مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَ ھُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًابَیْنَھُمْ فَھَدَی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَااخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِہٖ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍo صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ (البقرۃ۔۲۱۳)

ترجمہ: سب لوگ ابتداء ایک ہی دین پر تھے پھر ان میں باہم اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو بھیجا جو خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ سچی کتاب نازل کی تا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان جس بات کا اختلاف ہوا ہے اس کا فیصلہ کر دے اور اختلاف انہی لوگوں نے کیا جن کے پاس صاف واضح احکامات پہنچ چکے تھے محض آپس کی ضد سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو لوگ ایمان لائے راہ حق کی رہنمائی فرمائی جس میں لوگ اختلاف میں پڑے تھے اور اللہ تعالی جس کو چاہتے ہیں صحیح راستے کی رہنمائی فرما دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جو دینِ حق کا نازل کرنے والا ہے اس نے اپنی کتابِ

پاک میں دین میں اختلاف اور تفرقہ کی حقیقت خود بیان کی ہے۔ باری تعالیٰ کے اس بیان کی روشنی میں یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ کن لوگوں نے اختلاف کیا اور اختلاف کی وجہ کیا تھی؟ مذکورہ بالا آیت سورہ بقرہ۔۲۱۳ کے علاوہ یہی مضمون سورہ آل عمران۔۱۹، سورہ شوریٰ۔۱۴ اور سورہ جاثیہ۔۱۷ بیان کیا گیا ہے۔

۲) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَااخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوالْكِتٰبَ اِلَّامِنْ بَعْدِمَاجَآءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ○ (ال عمران. ۱۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک قابلِ قبول دین اسلام ہی ہے اور اہلِ کتاب نے دین میں جو اختلاف کیا وہ علم آ جانے کے بعد محض آپس کی ضد اور حسد سے کیا اور جو کوئی بھی اللہ تعالی کی آیات کا انکار کرے گا تو اللہ تعالیٰ بہت جلد اس سے حساب لینے والا ہے۔

۳) شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ كَبُرَ عَلَی الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ ؕ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ○ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْیًا بَیْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ○

(الشوریٰ. ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دن مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا اور جو ہم نے وحی کے ذریعہ آپ کے پاس بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراھیمؑ ،موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو بھی حکم دیا تھا کہ تم سب دین کو قائم رکھو اور اختلاف نہ ڈالو مشرکوں پر جس بات کی طرف آپ بلاتے ہیں بہت بھاری ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے اور ان لوگوں نے علم پہنچ چکنے کے بعد ہی آپس کی ضد سے اختلاف کیا اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک مقررہ وقت تک کی بات پہلے سے طئے شدہ نہ ہوتی تو ان کے مابین کبھی کا فیصلہ کر دیا جاتا اور جن لوگوں کو کتاب ملی اس کے بعد وہ اس کتاب (قرآن) کی طرف سخت تردد انگیز شک میں مبتلا ہیں۔

۴) وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَااخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِمَا جَاۗءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۝ (الجاثية:۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں واضح دلائل عطا فرمائے پھر انھوں نے صحیح علم آنے کے بعد محض آپس کی ضد سے ایک دوسرے سے اختلاف کیا بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان امور کا فیصلہ کر دیگا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

ان آیات سے درجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱) ابتداء تمام انسان ایک ہی دین اور ایک ہی ملت سے تعلق رکھتے تھے۔

۲)اللہ کے نزدیک قابلِ قبول دین اسلام ہے۔

۳) تمام انبیائے کرامؑ کا دین بھی اسلام ہی تھا۔اصول دین میں سب انبیاءکرام متفق ہیں۔فروعات میں اختلاف رہا۔

۴) دین میں جواختلاف ہواتو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرامؑ کو کتابوں کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ حق کوواضح کیا جائے۔

۵) اختلاف کرنے والوں نے حق واضح ہونے کے بعداورعلم آجانے کے بعد محض ضد،حسد(بَغْيًابَيْنَهُمْ) کی بنیاد پراختلاف کیا۔چاروں مقامات پراختلاف کی وجہ بَغْيًابَيْنَهُمْ یعنی ضداورنفسانیت ہی بیان کی گئی ہے۔

۶) اختلافات کاآخری فیصل اللہ تعالیٰ کی عدالت میں قیامت کے دن ہوگا۔

۷) اختلاف کی بنیادضد،نفسانی خواہشات جوعبارت ہیں حب مال اورحب جاہ سے۔انسان حب مال اورحب جاہ کی وجہ سےحق سےاختلاف کرکے دورگمراہی میں چلاجاتاہےجیساکہ حدیثِ نبویؐ میں واردہواہے۔

حدیث: وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَا لِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَاذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَلَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ. (الترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشادفرمایا دوبھوکے بھیڑیے جوبکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے

جائیں وہ اتنا خراب کرنے والے نہیں ہوتے جتنا آدمی کی مال وجاہ کی حرص اس کے دین کو خراب کرتی ہے۔

امت مسلمہ کے اختلافات کا ایک جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر آتی ہے کہ جن لوگوں نے اختلاف کیا اور فرقوں میں بٹ گئے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ دین کی حقیقت واضح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ پاک میں اللہ کے رسول ؐ نے اپنے احادیث اور سنتوں میں دین کو خوب واضح کیا ہے۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ؐ کا براہ راست اللہ کے رسول ؐ سے علم حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ ہیں۔ اور امت تک علمِ دین کو پہنچانے کا ذریعہ بھی صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ اختلاف اور تفرقہ سے بچنا ہے تو بس ایک ہی راستہ ہے وہ اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی اور صحابہؓ کرامؓ کی پیروی ہے۔　　(ما انا علیه و اصحابی)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اللہ کے رسول ؐ کی اور صحابہؓ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام اختلاف اور تفرقہ سے بچ کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(مجلسِ معرفت(۱۸))

فتنوں سے آگاہی

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○وَاتَّقُوْافِتْنَةً لَّاتُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْامِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓااَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ (الانفال:۲۵)

ترجمہ: اور بچتے رہو اس فتنے سے جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو ان گناہوں کے کرنے والے ہیں (بلکہ گناہوں کو دیکھ کر مداہنت کرنے والوں کو بھی لپیٹ میں لے گا) اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ خوب سزا دینے والے ہیں۔

فتنہ کیا ہے؟

فتنہ کے حقیقی معنی سونے کو آگ میں تپانے کے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ وہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ قرآنِ حکیم میں کفار کو آگ میں ڈالنے کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے۔

یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ○ (الذاریات.۱۳)

ترجمہ: اس دن ہوگا جس دن یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔

مجازاً اس کا استعمال آزمائش وامتحان اور ہر اس چیز پر جو امتحان و آزمائش کا ذریعہ ہو کیا جانے لگا، راحت ومصیبت خیر وشر، مال ودولت، اہل وعیال،

اقتدار وسلطنت وغیرہ۔لفظ فتنہ کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو اس سے امتحان و آزمائش کے معنی مراد ہوتے ہیں اوراس کا اسناد انسان کی طرف ہوتو ظلم وزیادتی ،حق سے روکنا، گمراہ کرنا، خانہ جنگی وخون ریزی، کفراور اہلِ کفر کا غلبہ مراد ہوتے ہیں۔

احادیثِ رسول ﷺ میں ایک باب **''کتاب الفتن''** کے نام سے ہے جس میں محدثین نے فتنہ سے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔اکثر احادیث حضرت حذیفہؓ سے روایت کی گئی ہیں جو ''سر النبی ﷺ'' (راز دار صحابی) کہلاتے ہیں۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِي مَقَامِهٖ ذَالِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَه، مَنْ حَفِظَه، وَ نَسِيَه، مَنْ نَسِيَه، قَدْ عَلِمَه، اَصْحَابِيْ هٰؤُلَآءِ وَاِنَّه، لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُه، فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُوْهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَه، (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن اللہ کے رسول ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور وعظ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فتنوں سے آگاہ فرمایا۔زمانۂ نبویؐ سے قیامت کے وقوع تک ہونے والے سب فتنوں کو ذکر کیا اور کوئی چیز نہیں چھوڑی یاد رکھنے والوں نے یاد رکھا اور جو بھولنے والے تھے وہ بھول گئے۔میرے یہ اصحاب ان باتوں سے خوب واقف ہیں اور ایک چیز پیش

آ جاتی ہے جس کو میں بھول گیا تھا تو اس کو دیکھ کر میں یاد کر لیتا ہوں (کہ اللہ کے رسول نے اس کا ذکر فرمایا تھا) جیسے کسی غائب شخص کا چہرہ نظر آ جاتا ہے تو وہ چہرہ دیکھ کر اس شخص کو پہچان لیا جاتا ہے۔(کوئی شخص بہت عرصہ سے غائب رہتا ہے تو اس کی شخصیت اوجھل ہو جاتی ہے اور لوگ اسے بھول جاتے ہیں لیکن جب وہ شخص ظاہر ہو جاتا ہے تو اس کا چہرا دیکھ کر اسے پہچان لیا جاتا ہے)۔

۲) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَاَىُّ قَلْبٍ اُشْرِبُهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَاَىُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَة بَيْضَاءُ حَتّٰى تَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ اَبْيَضَ مِثْلَ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّه فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰاتُ وَالْاَرْضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدَ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا يَنْكُرُ مُنْكَرًا اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوے سنا کہ فتنے دلوں پر اس طرح پیش کیئے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں۔ جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا اس میں سیاہ نکتہ ڈال دیا جائے گا۔ اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کرے گا اس میں سفید نکتہ پیدا کر دیا جائے گا۔ اس طرح دل دو اقسام میں بٹ جائیں گے ایک تو سفید بمثل سنگ مرمر کے ہوگا اس دل پر کوئی فتنہ اثر نہیں ڈالے گا اور نہ نقصان پنہچائے گا جب تک

زمین آسمان باقی ہیں دوسرا دل بمثل راکھ کے رنگ کے جیسا اوندھے برتن کی طرح ہوگا جو نہ تو نیک اور اچھے کاموں کو اچھا سمجھے گا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا، وہ تو بس اسی چیز سے مطلب رکھے گا جو خواہشات اس میں رچ بس گئی ہیں جس محبت کا وہ اسیر بن چکا ہے۔

مذکورہ آیت میں ایسے گناہ سے بچتے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے جس کا وبال صرف اس کے کرنے والوں ہی کو نہیں بلکہ نا کردہ گناہ لوگ بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اکثر مفسرین کی رائے میں وہ گناہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینے کا ہے۔ بے شمار احادیث میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ لوگ منکرات کو دیکھ کر اس کو روکنے کا انتظام نہ کریں تو اللہ تعالیٰ سب پر عذاب نازل کرتے ہیں۔ کرنے والے اور نہ کرنے والے سب اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔

حدیث: عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْحَی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ ؑ اَنِ اقْلِبْ مَدِیْنَةَ کَذَاوَکَذَابِاَهْلِهَافَقَالَ یَا رَبِّ اِنَّ فِیْهِمْ عَبْدَکَ فُلَانًالَمْ یَعْصِکَ طَرْفَةَ عَیْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَه، لَمْ یَتَمَعَّرْفِیَّ سَاعَةً قَطُّ (شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبرئیلؑ کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں وفلاں شہر کو اس کے بسنے والوں کے ساتھ الٹ دو جبرئیلؑ نے عرض کیا اے میرے رب اس میں تیرا ایک ایسا بندہ ہے جس نے ایک لمحے کے لئے

بھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الٹ دو اس بستی کو اس بندہ پر اوران سب پر کیونکہ میری نافرمانیاں دیکھ کر کسی وقت بھی اس کے چہرہ پرذرہ برابر ناگواری نہیں ہوئی۔

تفسیرِ مظہری میں ہے اس گناہ سے مراد ''ترکِ جہاد'' کا گناہ ہے کیونکہ آیت کا سیاق وسباق اسی کی طرف مشیر ہے۔بہرحال وہ گناہ جس کے اثرات متعدی ہوں قدرت ہونے کے باوجود اگر روکنے کی کوشش نہ کریں تو اچھے برے سب لوگ اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

فتنوں کی یہ خاصیت ہے کہ وہ وبائی امراض کی طرح بہت جلد معاشرے میں پھیل جاتے ہیں۔آج ایک آدمی متاثر ہوا،کل دوسرا، پرسوں تیسرا غرض جس طرح کوئی وبائی مرض کسی ایک کو لگ جاتا ہے تو بہت جلد اس کے ساتھیوں اور گھر والوں کو حملہ کرتا ہے۔اکثر وبیشتر گمراہیاں اسی طرح پھیلتی ہیں۔

فتنوں کی ایک دوسری خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر کشش اور Attraction ہوتا ہے جس کی وجہ سے آدمی کھینچا چلا جاتا ہے۔جب فتنہ میں پوری طرح ڈوب جاتا ہے تو اس کو فتنہ کا نشہ چڑھ جاتا ہے جس کے لئے وہ ہر چیز کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

ہمارے شہر میں ''بے دین'' نام کا ایک شخص آگیا۔دو چار آدمی اس کے مرید ہو گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بے دینی کی وبا نے ہزاروں کو اپنی لپیٹ میں

لے لیا۔ ڈاڑھیاں منڈوائیں، نمازیں چھوڑ دیں اور اول فول بکنے لگے!

اس طرح غیر مقلدیت کی وبا ہے۔ ایک شخص عمر آباد کا فارغ مسلمانوں کے محلے میں آکے بس گیا۔ پھر کیا تھا دیکھتے دیکھتے اس وبا نے پورے محلے کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس کم بخت نے ہمارے روبرو ہی یہ کہا ابو حنیفہ کون ہے؟ مزید زبان درازی کرتے ہوئے کہا عمر کون؟ ایسے بدتمیز اور بے ادب کی گردن زنی کرنا چاہیے تھا، افسوس کہ لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لے لیا اس کی وہ پذیرائی کی جیسے کسی اللہ والے کی کرنی چاہئیے۔ ان کی بے ڈھنگی نمازیں دیکھو، پیروں کو پھیلانا، سینہ تان کر سینے پر ہاتھ باندھنا، کھلے سر شان سے ٹھہرنا، چیخ چیخ کر آمین بالجہر کہنا!

اب تو یہ حال ہو گیا ہے ہر صبح شام ایک نیا فتنہ نمودار ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی پیش گوئی ہے کہ فتنہ تمہارے صحن میں بارش کے قطروں کی طرح برسیں گے ہو بہو پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دینی و دنیوی، ظاہری اور باطنی تمام فتنوں اور بالخصوص فتنۂ دجال سے محفوظ رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

(مجلسِ معرفت(۱۹)

ہر حال میں حق پر قائم رہنا

۱) اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِoبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِoيٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْعَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ج اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَا اللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوْاالْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ج وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْافَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًاoصَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ (النساء:۱۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والوں انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بنو اور یہ گواہی اگرچہ خود تمہارے خلاف، تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔فریقِ معاملہ خواہ امیر ہو یا غریب بہرحال اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے لہٰذا تم خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرنا کہ کبھی تم حق سے پھر جاؤ، اگر تم ہیر پھیر سے شہادت دو گے یا شہادت دینے سے پہلو تہی کرو گے تو یقین رکھو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

۲) يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِ مَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا هُوَاَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوااللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ

خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O (المائدہ:۸)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کے لئے حق پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو بلکہ ہر معاملہ میں انصاف کیا کرو انصاف کرنا ہی پرہیزگاری سے قریب تر ہے اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ تم جو کچھ کررہے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

سورۃ النساء کی جو آیت تلاوت کی گئی ہے اس میں جو چیز انصاف پر قائم رہنے سے انسان کو روکتی ہے وہ محبت وتعلقات ہیں اور سورہ مائدہ کی آیت میں انسان کو حق وانصاف سے روکنے والی چیز کسی کی دشمنی اور عداوت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ محبت ہو یا عداوت ہو ہر حال میں حق وانصاف پر قائم رہا جائے۔

قوّامین، قوّام کی جمع ہے۔ قوّام مبالغہ کا صیغہ ہے، قوّامین کے معنی مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور کھڑے ہونے والے اور ہر حال میں ثابت قدم رہنے والے۔

اے ایمان والوں تم تمام معاملات میں پوری مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے سچی گواہی دینے والے بنو۔ یہ سچی گواہی خواہ تمہارے اپنے حق میں یا تمہارے ماں باپ کے حق میں یا

تمہارے رشتہ داروں کے حق میں مضر ہی کیوں نہ ہو اور خلاف ہی کیوں نہ ہو یعنی اس گواہی سے خواہ کسی کو نقصان پہنچتا ہو تو گواہی کے وقت اس کا خیال نہ کرو کہ فریقِ معاملہ کون ہے چاہے یہ گواہی کسی امیر کے خلاف ہو جائے یا کسی غریب کے خلاف ہو جائے بہر حال اللہ تعالیٰ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا تعلق ان دونوں کے ساتھ تم سے زیادہ ہے لہٰذا گواہی دینے میں نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ کہیں تم حق وانصاف سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کرو اور ہیر پھیر سے شہادت دو گے یا شہادت دینے سے پہلو تہی کرو گے تو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو باخبر ہے۔

انسان اپنی ذات ، والدین، رشتہ داروں کا لحاظ کر کے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے اور حق کی گواہی دینے سے رک جاتا ہے۔ کبھی غریب کی رعایت کرتا ہے تو کبھی امیر کا لحاظ اسے حق اور انصاف سے روکنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور کبھی خواہشِ نفس کی پیروی اسے حق وانصاف کی بات کہنے سے روک دیتی ہے۔ کبھی بات کہتا ہے لاگ لپیٹ کر، کبھی کج بیانی سے کام لیتا ہے، کبھی حق بات کہنے سے ہی دامن بچا جاتا ہے، کبھی آدھی ساری بات کہہ دیتا ہے جو جھوٹ سے بھی خطرناک ہوتی ہے۔ معاملات کے بارے میں یہ آیت نہایت جامع ہے۔ معاملہ کا ادا کرنا ہو، یا کسی معاملہ کا فیصلہ کرنا ہو، یا کسی معاملہ میں اقرار کرنا ہو، یا کسی معاملہ میں گواہی اور اظہارِ خیال کرنا ہو اور اس معاملہ کا تعلق اپنے یا اپنے

متعلقین کے ساتھ ہو یا کسی امیر یا غریب کا معاملہ ہو ان سب باتوں میں مظبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہنا چاہیئے اور نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرنا چاہیئے پھر شہادت دینے میں ہیر پھیر کر کے یا چھپا کر گواہی نہ دینا چاہیے، یا گواہی دینے سے ہی اعراض نہ کرنا چاہیئے ۔اگر تم کوئی ایسی حرکت کرو گے تو اللہ تعالیٰ دانا اور بینا ہے وہ تم کو اس کی سزا دے گا۔

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۸ میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے فرما رہا ہے کہ اللہ کی خوش نودی اور رضا جوئی کے لئے راستے پر قائم رہنے والے اور اس کے احکام کی پوری پابندی کرنے والے اور کسی گواہی کا موقع آجائے تو انصاف کی گواہی دینے والے بنو اور تم کو کسی قوم اور فرقہ کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے معاملہ میں انصاف نہ کرسکو۔ ہر معاملہ میں عدل و انصاف سے کام کیا کرو۔ یہ عدل کرنا تقویٰ اور پرہیز گاری سے قریب تر ہے۔اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرتے رہو یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال سے پوری طرح با خبر ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو سب کی اس کو اطلاع ہے۔

سورہ النساء کی آیت میں جہاں انسان تعلقات اور محبت کی بنیاد پر انصاف اور حق سے رک جاتا ہے وہاں **”کونوا قوامین بالقسط شھدآء للّٰہ“** مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کی خاطر گواہی دینے والے بن کر کھڑے ہو فرمایا گیا ہے۔سورہ مائدہ کی آیت میں جہاں انسان دشمنی اور بغض

کی بنیاد پر حق وانصاف سے رک جاتا ہے وہاں ''کونوا قوامین للّٰہ شہداء بالقسط'' اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بن کر کھڑے ہو۔

دنیا میں انبیائے کرامؑ کو مبعوث کرنے اور آسمانی کتابیں نازل کرنے کا اصل مقصد انسانی معاشرے میں عدل وانصاف کا قیام ہے۔ چنانچہ سورہ حدید میں فرمایا گیا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَاالْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ٥ (الحدید:۲۵)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل اور احکامات دے کر بھیجا اور ان پر ہم نے کتابیں اور طریقۂ عدل نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا پیدا کیا کہ اس میں سخت لڑائی کا سامان ہے اور لوگوں کے بہت سے فائدے اس سے وابستہ ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کون بغیر دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نہایت قوی اور زبردست ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعثتِ انبیائے کرامؑ اور تنزیل کتبِ سماویہ کا سارا نظام انصاف ہی کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ آخر میں لوہا اتارنے کا ذکر کرکے اس

طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ سب لوگوں کو انصاف پر قائم رکھنے کر لئے صرف وعظ ونصیحت ہی کافی نہ ہوگی بلکہ کچھ شریر لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کو لوہے کی زنجیروں اور دوسرے ہتھیاروں سے مرعوب کرکے، قانونی سیاست اور تعزیر وسزا کے ذریعہ انصاف پر قائم رہنے کے لئے مجبور کیا جائے۔

شہادتِ حق کا ایک تاریخی واقعہ:

یہ ہندوستان پر انگریزوں کے دورِ حکومت کا واقعہ ہے کہ مظفر نگر میں ایک جگہ پر ہندو، مسلمانوں کا تنازعہ ہوا۔ ہندوؤں کا کہنا تھا کہ یہ مندر کی جگہ ہے اور مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ یہ مسجد کی جگہ ہے۔انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مسلمانوں سے تخلیہ میں پوچھا کہ کیا ہندوؤں میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی صداقت پہ آپ اعتماد کر سکتے ہیں اور جس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے، انہوں نے کہا ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے۔ ہندوؤں سے بھی تخلیہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بڑی آزمائش کا اور قومی مسئلہ ہے لیکن ایک مسلمان بزرگ ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے شاید وہ اس موقع پر سچی بات کہیں گے۔ یہ بزرگ مفتی الٰہی بخشؒ کے خاندان کے بزرگ تھے۔مجسٹریٹ نے چپراسی بھیج کر انہیں عدالت میں طلب کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے کسی فرنگی کا منہ نہیں دیکھوں گا۔مجسٹریٹ نے کہا کہ آپ میرا منہ نہ دیکھیں میری طرف پشت کر کے بیان دے دیں۔وہ بزرگ تشریف لائے اور مجسٹریٹ کی طرف پیٹھ

پھیر کر کھڑے ہو گئے اس جگہ کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے یا مسلمانوں کی ہے؟ سب کے چہرے آپ کی طرف اور کان آپ کے جواب کے طرف لگے ہوئے تھے۔ان بزرگ نے فرمایا کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ جگہ ہندوؤں کی ہے مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔آپ کے بیان پر عدالت کا فیصلہ ہو گیا اور مسلمان مقدمہ ہار گئے لیکن اسلام کی اخلاقی فتح ہوئی۔ شہادتِ حق اور اسلامی اخلاق نے چند گز زمین کو کھو کر بہت سے غیر مسلم انسانوں کے دل و دماغ کو جیت لیا۔اسی رات بے شمار غیر مسلموں نے ان بزرگ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔شاید انہوں نے وہ جگہ بھی مسجد کی تعمیر کے لئے وقف کردی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا مطالبہ ہم سب مسلمانوں سے یہ ہے کہ ہم ہر حال میں، ہر معاملہ میں انصاف اور راستی پر قائم رہیں، گواہی دینے کا موقع آئے تو سچی گواہی دیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق وانصاف کا گواہ اور علمبردار بنائے۔آمین۔

باسمہٖ تعالیٰ

مجلسِ معرفت (۲۰)

ظالموں کی طرف ذرا بھی مت جھکو ورنہ۔۔

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○وَلَا تَرْکَنُوْآاِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْافَتَمَسَّکُمُ النَّارُوَمَالَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم○ (ھود:۱۱۳)

ترجمہ: اور ظالموں کی طرف ذرا بھی مت جھکو ورنہ دوزخ کی آگ تم کو چمٹ جائیگی اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور تمہیں کہیں سے بھی مدد نہ ملے گی۔

ظالم کون ہیں؟

ظلم کے اصل معنیٰ وضع الشئی فی غیر موضعه المختص بهٖ یعنی کسی شئے کا جو اصل مقام ہے اسے وہاں سے ہٹا دینا اور اسے دوسری جگہ رکھ دینا۔ اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں کسی چیز میں کمی کر دی جائے یا زیادتی کر دی جائے یا اس کی جگہ وقت بدل دیا جائے۔ ظلم کی ۳ قسمیں ہیں:

۱) وہ ظلم جو انسان اللہ تعالیٰ کے حق میں کرے۔ تمام گناہِ کبیرہ وصغیرہ، کفر، شرک اور نفاق سب اس میں داخل ہیں۔

۲) وہ ظلم جو انسان دوسرے انسانوں پر کرے۔

۳) وہ ظلم جو انسان خود اپنے نفس پر کرے(ملخصاً .قاموس القراٰن)

لغت کی تشریح سے معلوم ہوا کہ ہر چھوٹی ، بڑی زیادتی یا کوتاہی جو اللہ رب العالمین کے حقوق میں سے ہو یا اس کے بندوں کے حقوق میں سے ہو یا خود اپنے نفس کے حقوق میں سے ہو ظلم کہلاتی ہے۔تو ظالم وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ،اس کے بندوں کے حقوق اور اپنے نفس کے حقوق میں کوتاہی کرنے والے یا زیادتی کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خرابی اور بربادی سے بچانے کے لئے ایک اہم ہدایت دی ہے کہ ظالموں کی طرف ادنیٰ میلان بھی نہ رکھو کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ان کے ساتھ تمہیں بھی جہنم کی آگ لگ جائے۔لَا تَرْكَنُوْا مصدر رکون سے بنا ہے جس کے معنی کسی طرف خفیف سا میلان اور جھکاؤ اور اس پر اعتماد اور رضا کے ہیں،اس لئے آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ ظلم و جور میں خود مبتلا ہونے کو تو دین و دنیا کی تباہی سبھی جانتے ہیں مگر ظالموں کی طرف ادنیٰ سا جھکاؤ اور میلان،ان سے راضی ہونا،ان پر اعتماد کرنا بھی انسان کو اسی بربادی کے کنارے لگا دیتا ہے۔

ان کی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ،ان کی موالات،مصاحبت،تعظیم وتکریم، مدح وثنا،ظاہری تشبہ،اشتراکِ عمل،ہر بات سے حسبِ مقدور محترز رہو مبادا دوزخ کی آگ کی لپیٹ تم کو لگ جائے۔اس جھکاؤ و میلان سے کیا مراد ہے؟اس کے متعلق صحابہ وتابعین کے چند اقوال:

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اور ان کا کہنا نہ مانو۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں ظالموں کی طرف کسی بھی طرح کا میلان نہ رکھو۔ ابوالعالیہؒ نے فرمایا کہ ان کے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو (قرطبی)۔ سدّیؒ نے فرمایا کہ ظالموں سے مداہنت نہ کرو یعنی ان کے برے اعمال پر سکوت یا رضا کا اظہار نہ کرو۔ عکرمہؒ نے فرمایا کہ ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھو۔ قاضی بیضاویؒ نے فرمایا کہ شکل وصورت اور فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب اسی ممانعت میں داخل ہے۔ ظلم وجور کی ممانعت اور حرمت کے لئے اس آیت میں وہ انتہائی شدت ہے جو زیادہ سے زیادہ تصور میں لائی جاسکتی ہے کیونکہ ظالموں کے ساتھ دوستی اور گہرے تعلق ہی کو نہیں بلکہ ان کی طرف ادنیٰ درجہ کے میلان اور جھکاؤ اور ان کے پاس بیٹھنے کو بھی اس میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شخص اس عالم سے زیادہ مبغوض نہیں جو اپنے کسی دنیاوی مفاد کے لئے کسی ظالم سے ملنے کے لئے جائے۔ تفسیرِ قرطبی میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہلِ کفر، اہلِ معصیت اور اہلِ بدعت کی صحبت سے اجتناب اور پرہیز واجب ہے بجز اس کے کہ کسی مجبوری سے اسے ملنا پڑے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کی صلاح وفساد میں سب سے بڑا دخل صحبت اور ماحول کا ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ان دو آیتوں کے دو لفظوں کے متعلق (اس سے پہلی والی آیت **فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ**

مَعَکَ وَلَا تَطْغَوْا ط یعنی آپ راہِ راست پر قائم رہئے اور آپ کے ساتھی بھی قائم رہیں جو توبہ کر چکے ہیں اور شریعت کے مقررہ حدود سے آگے نہ بڑھو) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے دین کو دو (۲) حرف لاَ کے اندر جمع کر دیا ہے۔ پہلی آیت میں لَا تَطْغَوْا اور دوسری آیت میں لَا تَرْکَنُوْا، پہلے لفظ میں حدودِ شریعہ سے نکلنے کی ممانعت اور دوسرے لفظ میں برے لوگوں کی صحبت کی ممانعت ہے اور یہی سارے دین کا خلاصہ ہے۔ (معارف القرآن)

اس دور میں تمام گمراہ فرقے اور جماعتیں اپنے اپنے مشن کو پورے زوروشور سے پھیلا رہی ہیں اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صراطِ مستقیم کو یعنی وہ راستہ جس پر اللہ تعالی کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام ؓ چلے، مظبوطی سے تھامے رہے گمراہ فرقوں سے کسی طرح کا ربط و تعلق نہ رکھے۔

محسوس و مشہود مثال:

ایک ٹوکرے میں سب اچھے آم ہیں اگر آپ اس میں ایک سڑا ہوا آم رکھ دیں تو چند روز میں سب آم سڑ جائیں گے۔ انسانی فطرت تو نہایت حساس واقع ہوئی ہے اور ماحول کے اچھے برے اثرات کو بہت جلد جذب کر لیتی ہے۔ ماہرِ نفسیات تو یہ کہتے ہیں کہ انسانی فطرت دوسروں کے عادات کو چرا لیتی ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظالموں کی طرف ادنیٰ درجہ کے میلان سے بھی منع کر دیا ہے۔ فللّٰہِ الحمدو المنۃ علیٰ ذالک۔

ایک عبرت ناک واقعہ:

ایک بزرگ نے ''ہولی'' کے دن دیکھا کہ لوگ رنگ کھیل رہے تھے اور وہاں ایک گدھا جا رہا تھا۔انہوں نے کہا ارے تجھے کسی نے نہیں رنگا، آ میں ہی تجھے رنگ دوں گا۔ پان کھا کر اس کی پیک گدھے پر تھوک دی ۔ان کے انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ ان کے ہونٹوں پر سانپ بیٹھا ہوا ہے۔ پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے ہولی کے دن پان کھا کر گدھے پر تھوک دیا تھا اس کی یہ سزا ملی ہے!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح کے ظلم سے بچائے اور ظالموں کی طرف ادنیٰ میلان سے بھی ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

شجرۂ منظومہ

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کے واسطے اور درود و نعت ختم الانبیاء کے واسطے

اور سب اصحاب وآل مجتبیٰ کے واسطے رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

سید محمود قادری طبیب وریٰ کے واسطے شاہ قمرالزماں ضیاء الھدیٰ کے واسطے

شاہ وصی اللّٰہ باقی فالفنا کے واسطے مولوی اشرف علی شمسُ الھدیٰ کے واسطے

حاجی امداداللّٰہ ذُولعطا کے واسطے حضرت نور محمد پُرضیا کے واسطے

حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے شیخ عبدالباری شہ بے ریا کے واسطے

شاہ عبدالہادی پیر ہدیٰ کے واسطے شاہ عضدالدین عزیز دوسرا کے واسطے

شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے شہ محبُ اللّٰہ شیخ باصفا کے واسطے

بوسعید اسعد شہ اہل ورا کے واسطے شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے

شہ جلال الدین جلیل اصفیا کے واسطے عبدقدوس شہ صدق وصفا کے واسطے

اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے شیخ محمد عارف صاحب عطا کے واسطے

احمد عبدالحق شہ ملک بقا کے واسطے شہ جلال الدین کبیر اولیا کے واسطے

شیخ شمس الدین ترک باضیا کے واسطے شیخ علاء الدین صابر بارضا کے واسطے

شہ فریدالدین شکر گنج بقا کے واسطے خواجہ قطب الدین مقتول دلا کے واسطے

شہ معین الدین حبیب کبریا کے واسطے خواجہ عثمان باشرم وحیا کے واسطے

شہ شریف زندنی بااتقا کے واسطے   خواجہ مودود چشتی پارسا کے واسطے

شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کے واسطے   بو محمد محترم شاہ ولا کے واسطے

احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے   شیخ ابواسحٰق شامی خوش ادا کے واسطے

خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کے واسطے   بو ہبیرہ شاہ بصری پیشوا کے واسطے

شیخ حذیفہ مرعشی شاہ صفا کے واسطے   شیخ ابراہیم ادھم بادشاہ کے واسطے

شہ فضیل ابن عیاض اہل دعا کے واسطے   خواجہ عبدالواحد ابن زید شاہ کے واسطے

شیخ حسن بصری امام اولیا کے واسطے   ہادی عالم علی شیر خدا کے واسطے

سرور عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے   یا الٰہی اپنی ذات کبریا کے واسطے

یا حق اپنے عاشقان باوفا کے واسطے   یارب اپنے رحم واحسان وعطا کے واسطے

کر رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے   کون ہے تیرے سوا مجھ بینوا کے واسطے

ہے عبادتوں کا سہارا عابدوں کے واسطے   ہے عصائے آہ مجھ بے دست وپا کے واسطے

بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے   اپنے لطف ورحمت بے انتہا کے واسطے

☆☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆☆

ڈاکٹر سید محمود قادری کی تالیفات

۱) **توفیق ایزدی:** خودنوشت سوانح حیات جس میں انہوں نے پہلے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کن علماء سے دینی تعلیم حاصل کی پھر حق کی یافت اور مردانِ حق کی شناخت کے بعد یہاں کے گمراہ عقائد کا کس طرح رد کیا ہے، بڑی دلچسپ اور قابلِ مطالعہ داستاں ہے۔

۲) **چالیس اصلاحی مقالات:** گذشتہ دس سالوں کے دوران اہم مضامین پر جو پمفلیٹ آپ نے لکھے یہ ان کا مجموعہ ہے۔ اختصار اور جامعیت کے ساتھ موضوع کے متعلق معلومات کو اس طرح ترتیب دیا ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ دین کی حقیقت سے واقف ہونے کے لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔

۳) **مجالس معرفت (جلد اول):** ''خانقاہِ قادریہ'' میں گذشتہ دس سالوں سے ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان کے ۲۰ بیانات کا مجموعہ ہے۔ دین اور سلوک کے متعلق چشم کشا معلومات سے لبریز ہیں۔

۴) **ایمان اور کفر:** بمقام خانقاہِ قادریہ رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ میں روزانہ بعد نمازِ عصر جو دروسِ قرآن ہوئے ان کا موضوع ایمان اور کفر تھا، یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے۔ ہر مسلمان کو اپنے ایمان کی حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

۵) **الاربعینات:** گذشتہ چالیس سال سے آپ کا درسِ حدیث روزانہ بعد نمازِ مغرب جامعہ مسجد میں ہو رہا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اخلاصِ نیت کی چالیس احادیث، داخلۂ جنت کی چالیس احادیث اور داخلۂ جہنم کی چالیس احادیث جمع کی ہیں۔

ڈاکٹر سید محمود قادری کی زیرِ طبع کتابیں

۱) خطباتِ قادریہ:

گذشتہ چالیس سال سے آپ کے جمعہ کے خطبات مختلف مساجد میں ہورہے ہیں۔خطبۂ جمعہ سے پہلے آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں، نہایت جامع ،موثر اور چشم کشا ہوتے ہیں۔ یہ تمام بیانات آپ کے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔انشاءاللہ اس کی کئی جلدیں تیار ہوں گی اور قارئین کے باصرہ نواز ہوں گی۔

۲) ہدایت اور گمراہی:

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں بعد عصر روزانہ جو مجالس **''خانقاہِ قادریہ''** میں ہوئیں ان کا موضوع ہدایت اور گمراہی تھا،اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت دیتے ہیں اور کس کو گمراہ کرتے ہیں۔انشاءاللہ یہ بھی کتابی شکل میں پیش کی جائیں گی۔

۳) مجالس معرفت:

خانقاہِ قادریہ، بیجاپور میں ہر سنیچر بعد نمازِ عشاء جو مجالس ہوتی ہیں ان بیانات کی ایک جلد مجالس معرفت (جلد اول) آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے۔دس سال کے مجالس کا رکارڈ ڈاکٹر صاحب کے عزیز و مخلص رفیق جناب **محمد اقبال انعمدار صاحب** (وظیفہ یاب وائس پرنسپل انجمن جونیر کالج بیجاپور) کے پاس موجود ہے۔انشاء اللہ دیگر جلدوں میں یہ بیانات پیش کئے جائیں گے۔